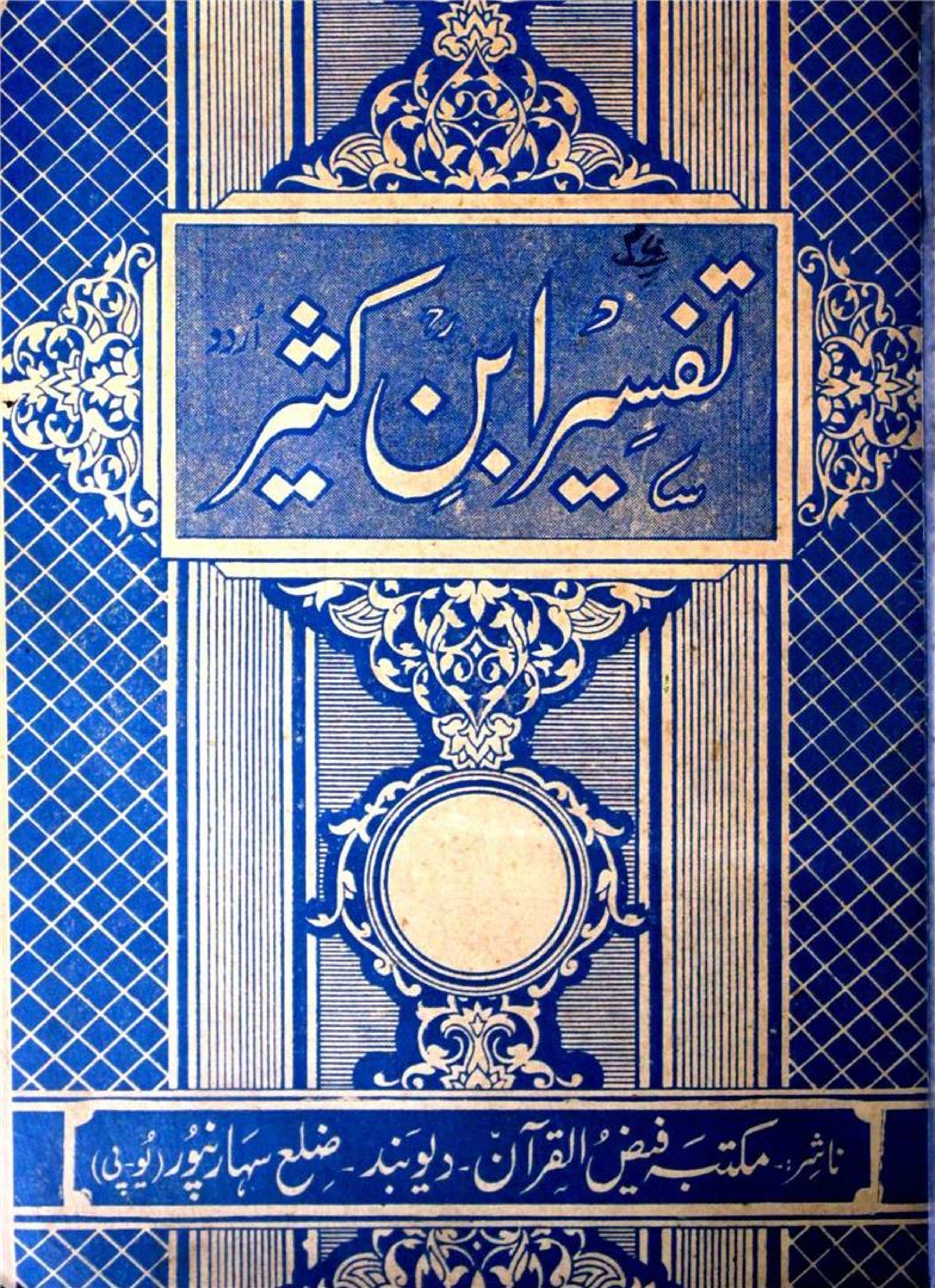

تفسیر ابن کثیرؒ

اُردو

ناشر: مکتبہ فیض القرآن۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور (یو-پی)

تفسیر ابنِ کثیر (اردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنِّفہ

علّامہ ابنِ کثیرؒ

ترجمۂ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دار العلوم دیوبند ابن حضرت مولانا علّامہ
سیّد محمدؒ انور شاہ صاحب کشمیری سابق محدث دار العلوم
دیوبند

پارہ ۲۷

ناشر

جز ۲۸

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یوپی۔

مکتبہ

نثار احمد
۱-۴-۶۴

تفسیر ابن کثیر (اردو) کے جملہ حواشی، اضافات، ترمیم
اور عنوانات جدیدہ کے جملہ حقوق بحق مشہود اقبال،
مالک مکتبہ "فیض القرآن دیوبند" محفوظ ہیں۔
لہذا کوئی صاحب اس کی نقل چھاپنے کی کوشش نہ
فرمائیں ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔

مکتبہ فیض القرآن دیوبند

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنیوالا، اور صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن مجید مستند و مفید تفاسیر اور اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنیوالا اپنی نوعیت کا واحد مرکز ہے اسکی کامیابی و کامرانی کا راز آپکی مخلصانہ خدمات میں پوشیدہ ہے۔

ناظم کتب خانہ

طبع اول .... دو ہزار
مطبوعہ ..... وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ .... دو روپے

فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۲۷ جزء ۲۸

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	عذاب آسمانی	۵	۳۰	زجام دہری کل من علیہا فان	۷۵
۲	حضرت موسیٰ اور فرعون	۶	۳۱	حساب وکتاب	۵۷
۳	یہ پوری کائنات	۷	۳۲	قیامت کی ہولناکیاں	۵۸
۴	تخلیق جن وانس کا مقصد	۸	۳۳	خشیت الٰہی	۶۰
۵	بے شک وہ دن آنیوالا ہے	۱۱	۳۴	فردوس بریں اور اس کی نعمتیں۔	۶۱
۶	جنت ونعیم	۱۲	۳۵	دو دوسری جنتیں	۶۳
۷	برکات ایمان	۱۳	۳۶	ایک بڑا گروہ	۶۸
۸	تبلیغ اور مسلسل جدوجہد	۱۵	۳۷	قیامت حساب کتاب مقربین کی جماعت اور فردوس بریں۔	۶۶
۹	سلطان مبین	۱۶	۳۸	ایک بڑا گروہ۔	۶۸
۱۰	تہ بہ تبادل	۱۷	۳۹	اصحاب یمین۔	۷۳
۱۱	تفسیر سورۂ نجم مکیہ	۱۹	۴۰	اصحاب شمال	۷۹
۱۲	ایک معزز فرشتہ	۲۱	۴۱	خالق کائنات	۸۰
۱۳	لات وعزیٰ	۲۶	۴۲	یہ لہلاتی کھیتیاں	۸۱
۱۴	بے حقیقت نام	۲۸	۴۳	ستاروں کی شکست وریخت	۸۲
۱۵	یہ زمین وآسمان	۲۹	۴۴	سکرات موت اور انسان کی بے چارگی۔	۸۴
۱۶	ذرا ان کو بھی دیکھئے	۳۱	۴۵	تفسیر سورہ حدید مدنیہ۔	۸۶
۱۷	معاد	۳۶	۴۶	تسبیح رب۔	۸۷
۱۸	قیامت	۳۷	۴۷	صرف چھ روز ہیں	۸۹
۱۹	تفسیر سورۂ اقتربت الساعۃ	۳۸	۴۸	دعوت ایمان	۹۱
۲۰	شق قمر	۳۸	۴۹	وہ دن	۹۴
۲۱	سخت دن	۴۱	۵۰	کیا وہ وقت نہیں آیا؟	۹۶
۲۲	طوفان نوح	۴۲	۵۱	اجر کریم	۹۸
۲۳	برفانی ہواؤں کے جھکڑ	۴۳	۵۲	دنیاوی زندگی۔	۹۹
۲۴	الٹی دنیا کے	۴۴	۵۳	مصائب اور پریشانیاں	۱۰۱
۲۵	مخصوص قسم کے لم	۴۵	۵۴	کارآمد فولاد	۱۰۲
۲۶	قوم فرعون	۴۶	۵۵	بعثت انبیاء	۱۰۳
۲۷	مالک وقادر	۴۷	۵۶	تقویٰ اور نور الٰہی	۱۰۶
۲۸	تفسیر سورۂ رحمان مکیہ	۵۰	...	. . . .	. .
۲۹	تعلیم قرآن	۵۱	...	. . . .	. .
	تخلیق انسان	۵۳			

شریعت اور طریقت

حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی کے بے نظیر اور مایہ ناز ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ تصوف کی حقیقت سے اکثریت ناواقف ہے بعض حضرات نے یہاں تک تجاوز کیا کہ اصل تصوف کا ہی انکار کر بیٹھے۔ اور حضرات اولیاء کرام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے منکر ہو گئے۔ تیرہ سو سالہ مسائلِ تصوف کو کتاب سنت سے خارج اور شریعت کے خلاف سمجھ کر تصوف کے نام سے کوسوں دور بھاگنے لگے۔ اس کتاب میں مولانا نے شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، بیعت، اخلاق۔ مجاہدات، اذکار، اشغال، مراقبات۔ احوال، توجیہات، تعلیمات، مسائل معہ دلائل وحقائق سالک کے لئے طریقۂ عمل اور ان سے متعلق ضروری تفصیلات درج کی ہیں۔ جو قرآن مجید۔ احادیث رسول اور دیگر تصانیف علماء محققین، اولیاء کرام کی روشنی میں کتب فقہ کے طرز پر ابواب اور فصلوں کی صورت میں مرتب کیگئی ہیں۔

عام مسلمانوں اور شائقینِ تصوف کے لئے اس کتاب کی اشاعت مژدۂ جانفزا سے کم نہیں اکابر اہلِ سنت کی پسندیدہ یہ کتاب تقریباً ساڑھے پانچ صد صفحات پر اعلیٰ کاغذ اور عمدہ طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ مجلد معہ ڈسٹ کور، ہدیہ سات روپے۔

بہشتی زیور مکمل مدلل معہ حواشی

مولانا تھانویؒ کا یہ بہشتی زیور حاشیوں اور ضروری معلومات واضافات سے سجایا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کی ضخامت میں تقریباً دوگنے کا اضافہ ہوگیا ہے۔ کتابت طباعت کاغذ سب ہی بہتر ہے دو ضخیم جلدوں میں ہدیہ بارہ روپے مجلد اعلیٰ ریگزین در دو جلد الگ الگ ہدیہ پندرہ روپے۔

شادی کی رسمیں

مؤلفہ مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی فاضل دیوبند۔

اس کتاب میں بیاہ شادی سے متعلق بڑھتی ہوئی خلافِ شرع رسموں کا رد۔ ان کے مذموم اثرات کا ذکر جہیز کی لعنت مہر کے جھگڑے شرعی مہر کی حیثیت مسنون شادی اور ان سے متعلق دیگر عنوانات پر قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں دلپذیر مواد فراہم کیا گیا ہے جو موجودہ زمانے کی اہم ضرورت ہے،

ردّ بدعت

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں بدعت اور اس کے نقصانات پر نہایت شافی علمی اور مستند مواد ملاحظہ فرمایئے۔ ہدیہ ایک روپیہ پچیس پیسے۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٨﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٩﴾ لِنُرْسِلَ

ابراہیم کہنے لگے (کہ) اچھا تو (یہ بتلاؤ کہ) تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوطؑ) کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٠﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿١١﴾ فَاَخْرَجْنَا

پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشانیاں بھی ہیں حد سے گزرنے والوں کیلئے اور ہم نے جتنے

مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٣﴾ وَ

ایماندار تھے وہاں سے نکال کر علیحدہ کر دیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر (مسلمانوں کا) ہم نے نہیں پایا اور

تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿١٤﴾

ہم نے اس واقعہ میں (ہمیشہ کے واسطے) ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

عذاب آسمانی

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب ان نو وارد مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دہشت جاتی رہی، بلکہ ان کی زبانی ایک بہت بڑی خوشخبری بھی سن چکے، اور اپنی مجبو باری خدا ترسی اور دردمندی کیوجہ سے خدا کی جناب میں قوم لوط کی سفارش بھی کر چکے، اور خدا تعالے کے آخری فیصلہ کا اعلان بھی سن چکے، اس کے بعد جو ہوا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوطؑ کے گنہگاروں کو ہلاک کرنے کے لئے ہمیں بھیجا گیا ہے، ہم ان پر سنگ باری اور پتھراؤ کریں گے۔ ان پتھروں کو ان پر برسائیں گے جن پر خدا کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا چکے ہیں، اور ہر ہر گنہگار کے لئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ سورۂ عنکبوت میں گذر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر وہ بستی کی بستی کیسے غارت کر دی جائے گی؟ فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے، ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم انہیں اور مومنین نہ ان کے گھرانے کے تمام ایمان داروں کو بچا لیں، ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی، اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بستی میں جتنے بھی مومن تھے سب کو بچا لیا گیا، اس سے بھی مراد حضرت لوطؑ اور انکے

گھرانے کے لوگ ہیں سوائے ان کی بیوی کے جو ایمان نہیں لائی تھیں، چنانچہ فرمایا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ایمان و اسلام کا مسمّٰی ایک ہی ہے اس لئے کہ یہاں ان ہی لوگوں کو مومن کہا گیا ہے اور پھر ان ہی کو مسلمان بھی کہا گیا ہے معتزلہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جسے ایمان بھی کہا جاتا ہے اور اسلام بھی، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ مومن تھے اور یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا پس حال کی خصوصیت کیوجہ سے انہیں مومن مسلم کہا گیا ہے اس سے عام طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مسلم مومن ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کا مذہب ہے کہ جب اسلام حقیقی اور سچا اسلام ہو تو وہی اسلام ایمان ہے، اور اس صورت میں ایمان اسلام ایک ہی چیز ہے ہاں جب اسلام حقیقی طور پر نہ ہو تو بیشک اسلام ایمان میں فرق ہے، صحیح بخاری شریف کتاب الایمان ملاحظہ ہو۔ مترجم) پھر فرماتا ہے کہ ان کی آباد و شاد بستیوں کو عذاب سے برباد کر کے انہیں سڑے ہوئے بدبودار کھنڈر بنا دینے میں مومنوں کے لئے عبرت کے پورے سامان ہیں، جو عذاب خدا کا ڈر رکھتے ہیں وہ اس نمونہ کو دیکھکر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں :-

وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ

اور موسیٰ کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہمنے انکو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دیکر بھیجا سو اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے

سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ⑯ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ

سرتابی کی اور کہنے لگا یہ ساحر ہے یا مجنون۔ سو ہمنے اس کو اور اسکے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینکدیا (یعنی غرق کر دیا) اور اس نے کام ہی ملامت کا

مُلِيْمٌ ⑰ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ⑱ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ

کیا تھا۔ اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہمنے انپر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر گذرتی تھی (یعنی ان اشیاء میں سے کہ جنکی ہلاک کا حکم تھا) اسکو اس

اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ⑲ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى

کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں

حِيْنٍ ⑳ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ㉑

چین کر لو۔ سو (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو انکو عذاب نے آ لیا اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) دیکھ

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ㉒ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ

رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہوسکے اور نہ (ہم سے) بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال

قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ㉓ ع

ہوچکا تھا۔ (یعنی اس سبب سے کہ) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

حضرت موسیٰؑ اور فرعون

ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھکر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعون کا واقعہ ہے ہم نے ان کی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا، لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا حق کے ماننے سے انکار کیا اور ہمارے حکم کو لاپرواہی سے ٹالدیا، اس دشمن خدا نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر اپنے لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی، اور فرعونیوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰؑ کی ایذا رسانی

؎ یہی لفظ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی ارشاد ہوا اور فرعون کیلئے بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (بقیہ صفحہ ، پر دیکھئے)

پر اُتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے، پس اس کافر فاجر معاند متکبر شخص کو ہم نے اس کے لشکر سمیت دریا میں غرق کر دیا. اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرتناک واقعات بھی تمہارے گوش گذار ہو چکے ہیں جن کی سیہ کاریوں کے وبال میں ان پر بے برکت ہوائیں بھیجی گئیں، جن ہواؤں نے سب کے چلنے بگاڑ دیئے، ایک لپیٹ جس چیز کو لگ گئی، وہ گلی سڑی ہڈی کی طرح ہو گئی، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہوا دوسری زمین میں مسخر ہے جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ہوا کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کے لئے ہوائیں چلا دو فرشتے نے کہا کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا روزن کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا نہیں اگر اتنا روزن کر دیا تو زمین کو اور اس کی کل کائنات کو الٹ دیگی. بلکہ اتنا روزن کرو جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے. یہ تھیں وہ ہوائیں کہ جہاں جہاں سے گزر گئیں تمام چیزوں کو تہ و بالا کرتی گئیں، اس حدیث کا فرمان رسول ہونا تو منکر ہے، مجھ سے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے، یرموک کی لڑائی میں انھیں دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے ممکن ہے اُن ہی میں سے یہ بات آپ نے بیان فرمائی ہو. واللہ اعلم. یہ ہوائیں جنوبی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مدد پُروا ہواؤں سے کی گئی ہے اور عادی پچھوا ہواؤں سے ہلاک ہوئے ہیں: ٹھیک اسی طرح ثمودیوں کے حالات پر اور ان کے انجام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک تو تم فائدہ اُٹھا لو، جیسے اور جگہ فرمایا ہے ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا جس کے باعث ذلت کے عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے کلیجے پھاڑ دیئے، یہ صرف ان کی سرکشی سرتابی نافرمانی اور سیاہ کاری کا بدلہ تھا، ان پر ان کے دیکھتے ہوئے عذاب الٰہی آ گیا. تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے عذاب کے آثار دیکھتے رہے آخر چوتھے دن صبح ہی صبح رب کا عذاب دفعتاً آ پڑا حواس باختہ ہو گئے کوئی تدبیر بن نہ پڑی، اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش تو کرتے یا کسی اور طرح اپنے بچاؤ کی کچھ تو فکر کر سکتے: اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب چکھ چکی ہے، اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خمیازہ وہ بھی بھگت چکی ہے، یہ تمام مفصل واقعات فرعونیوں کے عادیوں کے ثمودیوں کے اور قوم نوح کے اس سے پہلے کئی کئی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم.

وَالسَّمَاۗءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ① وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ②

اور ہم نے آسمانوں کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں. اور ہم نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنا دیا سو ہم (کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ③ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ④

اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو. تو تم اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو میں تمہارے (سمجھانے) کے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہو کر آیا ہوں.

یہ پوری کائنات

زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے اسے محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے، حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، قتادہؒ، ثوریؒ اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) عین حالت مایوسی میں بھی مومن کی توبہ کے امکانات روشن اور واضح ہوتے ہیں بخلاف کافر کے حالت یاس میں اسکا ایمان تک مقبول نہیں، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نکتہ پر نظر رہی چنانچہ لکھتے ہیں کہ "فتوبۃ المومن وقت ظہور الیاس مقبول و ایمان الکافر غیر مقبول."

۵ گویا کہ پوری کائنات ہماری بنائی ہوئی ہے کسی اور کی نہیں ذکر آسمان اور زمین کا خاص طور پر اسلئے آیا کہ زمین اور آسمان کے بارے میں دنیا چکر کھا رہی ہے، کوئی کہتا ہے کہ وہ خود بخود پھیل گیا، کسی کا کہنا ہے کہ غیر مخلوق ہیں کوئی ان کو مستقل دیوتا ہی مانتا ہے جیسا کہ آکاش دیوتا اور دھرتی ماتا. قرآن مجید نے ان سب کی تردید نہایت مختصر اور جامع انداز میں کر دی زمین کا صرف وہ فائدہ زیر بحث آیا جس سے عام انسان فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی اسکا سخت ہونا وہ کس شکل میں ہے نہ اس سے کوئی فائدہ اور نہ ذکر کی کوئی حاجت

بنایا ہے، اور ہم کشادگی والے ہیں اُس کے کنارے ہم نے کشادہ کئے ہیں اور بے ستون اسے کھڑا کر دیا ہے اور قائم رکھا ہے، زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لئے بچھونا بنا دیا ہے اور بہت ہی اچھا بچھونا ہے۔ تمام مخلوق کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے جیسے آسمان، زمین، دن رات، سورج چاند، خشکی تری۔ اجالا اندھیرا۔ ایمان کفر، موت حیات، بدی نیکی، جنت دوزخ، یہاں تک حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو، تم جان لو کہ ان کا سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ بے شریک اور یکتا ہے، پس تم اس کی طرف دوڑو، اپنی توجہ کا مرکز صرف اسی کو بناؤ، اپنے تمام تر کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو۔ میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں، خبردار خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ⑥

اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جسکو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو کیا اس بات کی ایک

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ⑦ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ⑧

دوسرے کو وصیت کرتے آتے ہیں۔ بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ سو آپ انکی طرف التفات نہ کیجئے آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں ا

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑨ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ

سمجھاتے رہیئے کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا۔ اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے

نْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ⑩ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ

پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں

يُّطْعِمُوْنِ ⑪ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ⑫ فَاِنَّ

کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہونچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے۔ تو ان ظالموں

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ⑬

کی (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گذشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ⑭ ع

غرض ان کافروں کے لیے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

ع ۱۴
۲

تخلیق جن وانس کا مقصد

اللہ تعالےٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں۔ وہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے کافروں کا یہ قول سلسلہ بہ سلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرکے جاتے ہوں، سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں اس لئے جو بات پہلوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب یکسے ہیں۔ پس آپ چشم پوشی کیجئے یہ مجنوں کہیں جادوگر کہیں غرض آپ صبر و تحمل سے سن لیں، ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیئے خدا کی باتیں پہنچاتے

---

۵۷ مجنوں تو اس لئے کہتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا انہماک اپنے دینی و تبلیغی مشاغل میں اس طرح ہوتا ہے کہ وہ پوری دنیا سے غافل نظر آتے۔ دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھنے والے یعنی دنیا پرست اگر اس مبارک و مسعود حالت کو اپنی کور بختی کیوجہ سے (بقیہ صفحہ ۹ پر دیکھیے)

چلا جائیے۔ جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک روز راہ پر لگ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا، بلکہ صرف اس لئے کہ میں انھیں ان کے نفع کے لئے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ طوعاً و کرہاً میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں مجھے پہچانیں، حضرت سدیؒ فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں، اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتی ہیں قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو گو یہ بھی عبادت ہے مگر مشرکوں کو کام نہ آئیگی غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کے لئے نافع ہو یا نہ ہو، اور حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں اس سے مراد مسلمان انسان اور مومن جنات ہیں ؛

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں پڑھایا ہے اِنِّیْٓ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ یہ حدیث ابو داؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، اب اس کی عبادت اخلاص کے ساتھ جو بجالائے گا کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا تو وہ مومن ہے اور اگر اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا تو وہ بدترین سزائیں بھگتے گا۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے۔ بلکہ محض بے دست و پا اور سراسر فقیر ہے خالق رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے

مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ تونگری اور بے نیازی سے پُر کر دوں گا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشتغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث شریف ہے امام ترمذیؒ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ خالد کے دونوں لڑکے حضرت حبہؓ اور حضرت سواءؓ فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے یا غالباً کوئی دیوار تعمیر فرما رہے تھے یا کسی چیز کو درست کر رہے تھے، ہم بھی اسی کام میں لگ گئے جب کام ختم ہوا تو آپ نے ہمیں دعا دی اور فرمایا سر ہل جانے تک روزی سے مایوس نہ ہونا دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے (مسند احمد) بعض آسمانی کتابوں میں ہے، اے ابن آدم میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس تو اس سے غفلت نہ کر تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بیجا تکلیف نہ کر مجھے ڈھونڈ تاکہ مجھے پالے، جب تو نے مجھے پا لیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پا لیا اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) جنوں سے تعبیر کرتے تو اور کیا کہتے اور جب حضرات انبیاء علیہم السلام کا کلام عالی اثر انداز ہوتا اور کل کے مخالفین آج کے پکے گہرے دوست ہوتے تو ساحر کے لقب سے یاد کرتے گویا کہ عمل و اخلاص کی تاثیر ان کی نظر میں سحر تھی اور یہ بجائے عمل و اخلاص و جد و جہد مسلسل کے جنون تھے والعیاذ باللہ۔

ف ظاہر ہے کہ عبادت سے اس موقع پر مراد، صرف پانچ وقت کی نماز، ایک ماہ کے روزے، سالانہ زکوٰۃ، اور بشرط استطاعت حج نہیں (اگرچہ یہ بھی عبادات ہیں اور نہایت اہم و بنیادی عبادات) بلکہ مطلوب پوری زندگی ہی کو "عبادت" بنا دینا ہے، چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا جاگنا، بیوی بچوں کے تعلقات، ماں باپ سے تعلق، عزیز و اقارب سے مراسم، پڑوسیوں سے ربط، مسلمانوں سے معاملات، تجارت، کاروبار، لین دین، لباس، معاشرت، اور بول چال سب ہی کچھ عبادت بن کر رہ جائے اور یہ کوئی بڑا اہم کام یا دشوار گزار مرحلہ نہیں بہت معمولی بات ہے۔ بشرطیکہ کرنے کا ارادہ کیا جائے آپ کھانے سے شکم سیری یقیناً ہوتی ہے، اگر اسی کو مسنون طریقہ پر کھائیے یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لیجئے، کلی کر لیجئے بسم اللہ سے شروع کیجئے، فراغت پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہاتھ دھو کر کلی ایک مرتبہ اور کر لیجئے۔ لیجئے بس یہی عبادت ہو گئی، اگر آپ لطافت پسند تھے تو یہی سب کچھ مطابق نظافت کے خیال سے کرتے اب انہیں چیزوں کو شریعت کا حکم سمجھ کر کیا تو یہی عبادت ہے

پانی پیجئے، بسم اللہ کر کے پیجئے، بیٹھ کر پیجئے، تین گھونٹ کیجئے یہی پانی کا استعمال عبادت ہو جائیگا اور ارحم الراحمین کی رحمت و کرم کہ اس طرح پانی کا استعمال طبی اعتبار سے بھی ہمارے لئے مفید لیکن اس پر بھی بخواجہ ایسے جو آد، و آب، عطا کنندہ کہاں ملتے ہیں جو بیوی بچوں کو کون نہیں کھلاتا، پلاتا، لیکن ان کے ساتھ تمام معاملات شرعی حدود میں رہ کر عبادت ہی عبادت ہے گویا کہ ہم خرما و ہم ثواب۔ ماں باپ سے کس شریف اولاد کو اطاعت کا تعلق نہیں ہوتا، لیکن اسی اقتضاء طبعی کو تقاضائے شرعی سمجھ کر کرنا عبادت ہے، اس دنیا کی زندگی میں لباس کتنی سب سے بڑی ضرورت نہیں، لیکن لباس مطابق شریعت کر لینا بھی بڑی عبادت ہے آپکو ہر مرحلہ پر یہیں، دینے سے مراحل کہاں پیش نہ آتے ہونگے؟ یقیناً دو چار ہونا پڑتا ہوگا

بس نہیں مراحل میں، شریعت کے احکام کو "امام" بنانا عبادت ہے گویا کہ چھوٹی سی چھوٹی ضرورت، اور بڑی سی بڑی احتیاج پر احکام (بقیہ صفحہ ۱۰ پر دیکھئے

بھلائیاں تو کھو چکا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہئے؛ پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذاب کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے جیسے ان سے پہلے کافروں کو پہنچے؛ قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی، الحمد للہ سورہ ذاریات کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ طور مکیّہ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۂ وَالطُّوْرِ پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قرأت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا (موطا مالک) وام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں زمانہ حج میں بیمار تھی حضورؐ سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو، چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ کی تلاوت فرما رہے تھے (بخاری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بڑے رحم والے ہیں

وَالطُّوْرِ ① وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ② فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ③ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ④

قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے اور (قسم ہے) بیت المعمور کی

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ⑤ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦

اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو پانی سے بھرا ہے کہ بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا

مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ⑨ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩

کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (اور یہ) اس روز واقع ہوگا جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا۔ اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جاویں گے

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ

تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (انبیاء کو) (جو تکذیب کے) مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں ان کی اس روز کم بختی آئے گی جس روز کہ ان کو آتش

اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ

دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر لاویں گے۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ (بھی) سحر ہے (دیکھ کر

اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا

بتلاؤ کہ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں جیسا تم کرتے تھے

تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯

ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جاوے گا۔

(بقیہ صفحہ ۹) شریعت پر نظر رکھنا اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہی عبادت ہے اب سمجھ میں آ گیا کہ عبادت کا کیا مفہوم ہے اور انسان کی تخلیق سے خدائے کائنات عز اسمہ کا کیا مقصد ہے؟

بے شک وہ دن آنیوالا ہے

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ اس کا عذاب ہو کر ہی رہے گا جب وہ آئے گا کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اسے ہٹا سکے، طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں جیسے وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا تھا، اور جہاں سے حضرت عیسیٰؑ کو بھیجا تھا، اور جو خشک پہاڑ ہو اسے جَبَل کہا جاتا ہے طور نہیں کہا جاتا، کِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا خدا کی اُتاری ہوئی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو انسانوں کیلئے نازل کیجاتی ہیں، اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کھلے ہوئے اوراق میں بَیْتُ الْمَعْمُوْرِ کی بابت معراج والی حدیث میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں ساتویں آسمان سے آگے بڑھنے کے بعد مجھے بیت المعمور دکھلایا گیا جس میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے عبادتِ خدا کے لئے جاتے ہیں، دوسرے دن اتنے ہی اور لیکن جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی جس طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف ہوتا ہے اسی طرح آسمانیوں کے طواف کی و عبادت کی جگہ وہ ہے اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں، اس میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ چونکہ خلیلِ خدا بانی بیت اللہ تھے جن کے ہاتھوں زمین میں کعبہ خدا بنا تھا تو انہیں وہاں بھی اس کعبے سے لگے ہوئے آپ نے دیکھا، تو گویا اس عمل کی جزا اسی جیسی پروردگار نے اپنے خلیل کو دی، یہ بیت المعمور ٹھیک خانۂ کعبہ کے اوپر ہے اور یہ ساتویں آسمان پر ہوں تو ہر آسمان میں ایک ایسا گھر ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں، پہلے آسمان پر جو ایسی جگہ ہے اس کا نام بیت العزت ہے واللہ اعلم ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان میں ایک گھر ہے جسے معمور کہتے ہیں جو کعبہ کی سمت میں ہے چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیوان ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر بدن جھاڑتے ہیں جن سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں ۔

ایک ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جنھیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور نماز ادا کریں، پھر وہ وہاں سے نکل آتے ہیں اب انہیں دوبارہ جانے کی نوبت ہی نہیں آتی، ان کا ایک سردار ہوتا ہے جسے حکم دیا جاتا ہے کہ انھیں لیکر کسی جگہ کھڑا ہو جائے پھر وہ اللہ کی تسبیح کے بیان میں لگ جاتے ہیں، قیامت تک ان کا یہی شغل رہتا ہے، یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اس کے راوی روح بن صباح اس میں منفرد ہیں، حافظوں کی ایک جماعت نے ان پر اس حدیث کا انکار کیا ہے جیسے جوزجانی عقیلی حاکمؒ وغیرہ امام حاکمؒ ابو عبداللہ نیشاپوری اسے بالکل بے اصل بتلاتے ہیں، حضرت علیؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ بیت المعمور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اسے ضراح کہا جاتا ہے کعبہ کے ٹھیک اوپر ہے جس طرح زمین کا کعبہ عزت کی جگہ ہے اسی طرح وہ آسمانوں میں معزز ہے، ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں لیکن جو آج گئے تھے ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی کیونکہ فرشتوں کی تعداد ہی اسقدر ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والے ابن الکواء تھے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ عرش کے محاذ میں ہے، ایک مرفوع روایت میں ہے کہ صحابہؓ کو ایک دن حضورؐ نے فرمایا بیت المعمور کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں، فرمایا وہ آسمانی کعبہ ہے اور زمینی کعبے کے بالکل اوپر ہے ایسا کہ اگر وہ گرے تو اسی پر گرے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں جن کی باری قیامت تک پھر نہیں آتی، حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں یہ فرشتے ابلیس کے قبیلے جنات میں سے ہیں واللہ اعلم، اونچی چھت سے مراد آسمان ہے جیسے اور جگہ ہے وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں مراد اس سے عرش ہے اس لئے کہ وہ تمام مخلوق کی چھت ہے اس قول کی توجیہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ مراد عام ہو، بَحْرِ مَّسْجُوْر سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے جو بارش کی طرح برسے گا جس سے قیامت کے دن مُردے اپنی اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے، جمہور کہتے ہیں یہی عام دریا مراد ہیں انہیں مسجور کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ قیامت کے دن ان میں آگ لگا دی جائے گی جیسے اور جگہ ہے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ یعنی جبکہ دریا بھڑکا دیے جائیں گے اور ان میں آگ لگ جائے جو پھیل کر تمام اہل محشر کو گھیر لے حضرت علاء بن بدر کہتے ہیں کہ بھڑکتے ہوئے دریا اس لئے کہا گیا کہ نہ اس کا پانی پینے کے کام میں آئے اور نہ کھیتی کو دیا جائے یہی حال قیامت کے دن دریاؤں کا ہوگا، یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دریا بہتا ہوا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دریا پُر شدہ، اِدھر اُدھر جاری، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مسجور سے مراد فارغ یعنی خالی ہے کوئی لونڈی پانی لینے کو جائے پھر لوٹ کر کہے کہ حوض مسجور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خالی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اسے زمین سے روک دیا گیا ہے اس لئے کہ ڈبو

---

[1] بعض مفسرین نے اس موقع پر "طور" سے صرف سطح پہاڑ مراد لیا ہے جس پر خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا تھا اگرچہ عام مفسرین کی [illegible] پہاڑ مراد لیے ہیں ان تمام چیزوں کو ذکر فرمانے سے جتانا یہ مقصود ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ بزبان حال قیامت کی اطلاع، محاسبۂ اعمال کی خبر دے رہا ہے [illegible] کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔

[2] درحقیقت مجمع ہے کہ یہ حدیث قطعاً درایت کے خلاف اور روایت کے معیار سے پست و سطحی۔

وے۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر رات تین مرتبہ دریا اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو تمام لوگوں کو ڈبو دوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے دوسری روایت میں ہے کہ ایک بزرگ مجاہد جو سمندر کی سرحد کے لشکروں میں تھے وہ جہاد کی تیاری میں وہیں رہتے تھے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں چوکیداری کے لئے اس رات کوئی اور پہرے پر نہ تھا میں گشت کرتا ہوا میدان میں پہنچا اور وہاں سے سمندر پر نظریں ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا گویا سمندر پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہا ہے بار بار یہی نظارہ میں نے دیکھا میں نے حضرت ابو صالح سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے بروایت حضرت عمر بن خطاب اوپر والی حدیث مجھے سنائی، لیکن اس کی سند میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام نہیں لیا گیا، ان قسموں کے بعد اب جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ کافروں کو جو عذاب خدا ہونے والا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہے، جب وہ آئے گا کسی کے بس میں اس کا روکنا نہ ہوگا، ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ سورۂ والطور پڑھ رہے تھے، آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچ ہے پھر اپنے گدھے سے اتر پڑے اور دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس پراثر آیت سے رقت و گریہ کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار ہی پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روایت میں ہے آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ آیت آئی اسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ اس دن آسمان تھرتھرائے گا پھٹ جائے گا چکر کھانے لگے گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے ہٹ جائیں گے ادھر کے ادھر ہو جائیں گے۔ کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑ جائیں گے اور بے نام و نشان ہو جائیں گے، اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل و حسرت خرابی و ہلاکت ہوگی۔ خدا کا عذاب فرشتوں کی مار جہنم کی آگ ان کے لئے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا ہے، اس دن انہیں دھکے دے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہیں گے کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے، پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ، یہ تمہیں ہر طرف سے گھیرے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں طاقت ہو یا نہ ہو ہائے وائے کرو خواہ خاموش رہو اسی میں پڑے جلتے رہو گے کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے، یہ خدا کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمالِ بد کا بدلہ ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) انکو جو چیزیں انکے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہونگے اور انکا

الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ

پروردگار انکو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھیگا خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلے میں تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم انکا

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾

گوری گوری، بڑی بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں) سے بیاہ کر دینگے۔

جنت و نعیم

اللہ تعالیٰ نیک بختوں کا انجام بیان فرمایا کہ عذاب و سزا سے جو محفوظ تھے جنتوں میں پہنچا دیئے گئے جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں۔ قسم قسم کے ماکولات و مشروبات بہترین لباس عمدہ عمدہ سواریاں، بلند و بالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انھیں مہیا ہیں، کسی قسم کا ڈر خوف نہیں خدا فرما چکا کہ تمہیں میرے عذاب سے نجات مل گئی غرض دکھ سے دور سکھ سے مسرور راحت و لذت میں محو ہیں جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے سنا ہو، نہ کسی دل پر خیال تک گذرا ہو، پھر خدا کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر

اس طرح کی احادیث سے انسان کو یہ سمجھانا کہ کائنات پر انسان کا یہ قیام محض خداتعالیٰ کے فضل و کرم کی وجہ سے ہے، ورنہ کہاں سمندر کی یہ ہلاکت خیز موجیں، اور کیسے ممکن ہے یہ انسان کی حفاظت، پس صرف خدا ہی کا فضل ہے اور کچھ نہیں۔

ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو خوش گوار خوش ذائقہ بے تکلف مزیدار مرغوب چیزیں تمہارے لئے مہیا ہیں، پھر ان کا دل خوش کرنے حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لئے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے کہ یہ تو تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہان میں کرتے ہو، مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بیفکری اور فارغ البالی سے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ستر ستر سال گذر جائیں گے انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ اٹھیں یا ہلیں جلیں، بے شمار سلیقہ شعار با ادب دانا خدام ہر طرح کی خدمت کے لئے کمربستہ جس چیز کو جی چاہے آن کی آن میں موجود، آنکھوں کا نور دل کا سرور وافر افراد موفور سامنے، بے انتہا خوبصورت خوب سیرت گورے گورے پنڈلی والے بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی بہت سی حوریں پاک دل عفت مآب عصمت کوش دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کے لئے سامنے کھڑی، ہر ہر نعمت و رحمت ہر طرف بکھری ہوئی، پھر بھلا انھیں کس چیز کی کمی؟ ستر سال کے بعد جب دوسری جانب مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے ہر چیز نئی ہے ہر نعمت پر جوبن ہے اس طرف کی حوروں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکا چوند حیرت میں ڈال دیتی ہے ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں اچھوتے پنڈے اور کنوارپنے کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا امنگین دل پر مقناطیسی اثر ڈالتا ہے جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی وہ اپنے شیریں کلامی سے بجھیلیا انداز سے کہتی ہے، شکر ہے کہ آپ کا التفات ہماری طرف بھی ہوا، غرض اسی طرح من مانی نعمتوں میں مست ہو رہے ہیں۔

پھر ان جنتیوں کے تخت باوجود قطار وار ہونے کے اس طرح نہ ہونگے کہ کسی کو کسی کی پیٹھ ہو بلکہ آمنے سامنے ہوں گے۔ جیسے اور جگہ ہے علی سرر متقابلین۔ تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونگے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے انکے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلا نہ کریں۔ جب آنکھ پڑے جی خوش ہو جائے، ظاہری خوبصورتی کی تو کسی سے تعریف ہی کیا ہو سکتی ہے؟ انکے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گذر بھی چکی ہیں اس لئے انہیں یہاں وارد کرنا کچھ چنداں ضروری نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انکی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) انکے ساتھ شامل کر دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں

عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٴٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ㉑ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ

کریں گے ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس (فی النار) رہے گا اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کا

لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ㉒ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ㉓ وَ

مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہینگے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کرینگے اسمیں نہ بک بک لگی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ㉔ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

انکے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے جو خاص ان ہی کے لئے ہونگے گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کیطرف متوجہ ہو کر بات چیت

يَّتَسَآءَلُوْنَ ㉕ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ㉖ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَ

کریں گے۔ یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا میں انجام کار) سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ سو خدا نے ہم پر بڑا احسان

قٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ㉗ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ㉘

کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا۔ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے

برکات ایمان

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا ہے، کہ جن مومنوں کی اولاد بھی ایمان میں اپنے باپ دادوں کی راہ لگ جائیں لیکن اعمال صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہوں پروردگار ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر انھیں انکے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا، تاکہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال کی کمی سے نہ کی جائے گی بلکہ محسن و مہربان خدا انہیں اپنے معمور خزانوں میں سے عطا فرمائیگا

(حاشیہ عہ صفحہ ۱۴ پر دیکھئے)

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث بھی اس مضمون کی موجود ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لئے اور ان کے لئے نیک اعمال کئے تھے چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دیا جائیگا یہ بھی روایت ہے کہ جنتیوں کی جن اولاد نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے وہ تو انکے ساتھ ملا دی جائیگی لیکن ان کے جو چھوٹے بچے انتقال کر گئے تھے وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیے جائیں گے حضرت ابن عباسؓ شعبی سعید بن جبیر ابراہیم قتادہ ابو صالح ربیع بن انس ضحاک بن زیدؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانۂ جاہلیت میں مرے تھے تو آپ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں پھر جب ام المومنین کو غمگین دیکھا تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں انکا بغض پیدا ہو جاتا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا رسول اللہؐ پھر میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے۔ مومن مع اپنی اولاد کے جنت میں ہیں اور کافر اپنی اولاد سمیت جہنم میں ہیں، پھر حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ یہ تو ہوئی ماں باپ کے اعمالِ صالحہ کیوجہ سے اولاد کی رعایت اب اولاد کی دعاءِ خیر کیوجہ سے ماں باپ کی بزرگی ملاحظہ ہو۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں دفعتۃً بڑھاتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ خدایا میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھا دیا اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے گو بخاری مسلم میں ان لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی ایک روایت صحیح مسلم میں اس طرح موجود ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ علم دین جس سے نفع پہنچتا رہے، نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعائے خیر کرتی رہے

چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی اولاد کے درجے بلا عمل بڑھا دیئے گئے تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہوگا باپ کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ الخ ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال پہنچے ہیں وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں الخ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیئے جاتے ہیں جس چیز کو جی چاہے جس پر دل آئے وہ یکلخت موجود ہو جاتی ہے۔ شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسروں کو پلا رہے ہیں جس کے پینے سے سرور اور کیف لطف اور بہار حاصل ہوتا ہے لیکن بدزبانی بیہودہ گوئی نہیں ہوتی۔ ہذیان نہیں بکتے بیہوش نہیں ہوتے سچا سرور اور پوری خوشی حاصل، بک جھک سے دور گناہ سے غافل، باطل و کذب سے دور، غیبت و گناہ سے نفور، دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ ان کے سر میں چکر پیٹ میں درد عقل زائل بکواس بہت، بو بری، چہرے بے رونق، اسی طرح شراب کے بد ذائقہ اور بدبو، یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے، یہ رنگ میں سفید پینے میں خوش ذائقہ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں، نہ بک جھک ہو نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ سر درد ہو نہ اور کسی طرح ضرر پہنچائے۔ ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پی پلا رہے ہوں گے ان کے غلام کمسن نوعمر بچے جو حسن و خوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے گئے ہوں کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو، اور ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں۔ ان کی آبداری صفائی چمک دمک روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلمان کے حسین چہرے انھیں بھی ماند کر دیتے ہیں، اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ الخ یعنی ہمیشہ نوعمر اور کمسن رہنے والے چھوٹے بچے آبخورے آفتابے اور ایسی شراب صاف کے جام جن کے پینے سے نہ درد سر ہو اور نہ بہکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کے لئے ہر طرف کمر بستہ چل پھر رہے ہیں۔ اس دور شراب کے

عہ یہ اس وجہ سے تصریح فرمائی کہ شاید بعض قاری یہ سمجھیں کہ اولاد کو اسلاف صالحین کے اعمال کے اجر سے کچھ دیدیا جائے اور اس طرح ان اجداد صالحین کے اجر میں کمی آجائے خدا تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اولاد کو اجر محض ہم اپنے فضل و کرم سے دیں گے جو ان کے آباء کے حسن عمل کی برکت ہوگی کسی کے اجر سے کاٹ کر دینا ہماری شان رحیمی کے قطعاً خلاف ہے نیز ذریت کے لفظ سے صرف اولاد ہی مراد نہیں بلکہ تمام ہی اعزہ و اقارب مراد ہیں جیسا کہ ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے ہاں ان تمام کا مومن ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس قید کو اہتمام سے ذکر کیا ہے عمل میں بے شک یہ اپنے اسلاف سے پیچھے ہوں گے گویا کہ مومنین کو بشارت ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ وہ جنت میں چلے جائیں اور ان کی اولاد جہنم میں ہو اور اس طرح ان کا لطف کرکرا ہو جائے

وقت کے آپس میں گھل مل کر طرح طرح کی باتیں کریں گے، دنیا کے احوال یاد آئیں گے کہیں گے کہ ہم دنیا میں جب اپنے اعزہ و اقارب میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذاب سے سخت لرزاں و ترساں تھے الحمدللہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا ہم اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہے اس نے ہماری دعا قبول فرمائی اور ہمارا سوال پورا کر دیا یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے، مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا تو ادھر اس دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہوگی اس کا تخت اڑ آئے گا اور راستہ میں دونوں مل جائیں گے اپنے اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے دنیا کے ذکر چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن فلاں جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی اللہ نے اسے قبول فرمائی، اس حدیث کی سند کمزور ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ مُنَّ عَلَيْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّكَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ۔ حضرت اعمش راوی حدیث سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نماز کے اندر مانگی تھی؟ جواب دیا کہ ہاں۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ① اَمْ يَقُوْلُوْنَ

تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضل تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں) ہاں کیا یہ لوگ

شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ② قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَ

یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

بِّصِيْنَ ③ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ④

کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ⑤ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا

ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انھوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں

صٰدِقِيْنَ ⑥

اگر یہ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں۔

تبلیغ اور مسلسل جد وجہد

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ آپ اللہ کے احکام اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں، ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ کی صفائی کرتا ہے کاہن سے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے تو ارشاد ہوا کہ دین خدا کی تبلیغ کیجئے الحمدللہ آپ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنون والے پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ایک شاعر ہیں انھیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا، پھر اپنے نبی کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور زوال کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے؟ دار الندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی مثل اور شاعروں کے ایک شعر گو ہیں انھیں قید کر لو وہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح زہیر اور نابغہ شاعروں کا حشر ہوا، اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر فرماتا ہے کیا ان کی دانائی انھیں یہی سمجھاتی ہے؟ کہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان بازی کریں، حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں، دشمنی میں آکر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو بلاوجہ برا بھلا کہتے ہیں کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود آپ بنا لیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں لیکن ان کا کفر ان کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوا رہا ہے، اگر یہ سچے ہیں تو پھر یہ خود بھی مل جل کر ہی ایک ایسی بات بنا کر دکھا دیں یہ کفار قریش تو کیا؟ اگر ان کے ساتھ روئے زمین کے جنات و انسان

مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر کو وہ سب عاجز رہیں گے، اور قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک نہیں بنا لا سکتے۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ (۳۵) أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَ

کیا یہ لوگ بدون کسی خالق کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بلکہ

رْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ (۳۶) أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ (۳۷)

یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا) یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے) حاکم ہیں

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ (۳۸)

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر چڑھ کر آسمان کی (باتیں) سن لیا کرتے ہیں تو انہیں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہے وہ (اس دعوی پر) کوئی

أَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ (۳۹) أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

صاف دلیل پیش کرے۔ کیا خدا کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تبلیغ احکام کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان انکو گراں

مُّثْقَلُونَ (۴۰) أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ (۴۱) أَمْ يُرِيدُونَ

معلوم ہوتا ہے کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں کیا یہ لوگ کچھ برائی کرنے کا ارادہ

كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ (۴۲) أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

رکھتے ہیں سو یہ کافر خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (۴۳)

اللہ تعالی ان کے شرک سے پاک ہے

سلطان مبین

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے، فرماتا ہے کیا یہ بغیر موجد کے موجود ہوگئے؟ یا یہ خود اپنے موجد آپ ہی ہیں؟ دراصل دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالی ہے یہ کچھ نہ تھے اللہ تعالے نے انہیں پیدا کر دیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رض فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۂ والطور کی تلاوت کر رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا جب آپ مصیطرون تک پہنچے تو میری یہ حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل اڑا جا رہا ہے (بخاری) بدری قیدیوں میں یہ جبیر ہی آئے تھے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے قرآن پاک کی ان آیتوں کا سننا ان کے اسلام کا ذریعہ بن گیا۔ پھر فرماتا ہے کیا آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے یہ ہیں؟ یہ بھی نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ خود ان کا اور کل مخلوقات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہی ہے پھر بھی یہ اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے، پھر فرماتا ہے کیا دنیا میں تصرف ان کا ہے؟ ہر چیز کے خزانوں کے مالک کیا یہ ہیں؟ یا مخلوق کے محاسب یہ ہیں، حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ مالک و متصرف صرف اللہ عزوجل ہی ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہے کر گزرے، پھر فرماتا ہے کیا اونچے آسمان تک چڑھ

ع ان مبارک الفاظ سے دہریت پر پوری ضرب لگا دی ہے یہ تو کہتے ہیں کہ ہم اور یہ عالم خود ہی پیدا ہوگیا، حالانکہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا تعالے کے علاوہ ہر چیز "ممکن" ہے یعنی نہ اس کا ہونا اور نہ ہونا ضروری اور ایسی چیزوں (ممکنات) کو وجود میں لانے کے لئے کوئی طاقت ہونی چاہئے جو انکے عدم پر انکے وجود کو ترجیح دے تھوڑی دیر کے لئے سوچئے ایک معمولی میز یا کرسی معدوم ہے تو تاوقتیکہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ پر دیکھئے)

جاننے کا کوئی زینہ ان کے پاس ہے؟ اگر یوں ہے تو ان میں سے جو وہاں پہنچکر کلام سن آتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال کی کوئی آسمانی دلیل پیش کرے لیکن نہ وہ پیش کر سکتے ہیں نہ وہ کسی حقانیت کے پابند ہیں یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ کہتے ہیں فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں، کیا حماقت ہے کہ اپنے لئے تو لڑکیاں ناپسند کریں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کریں، انہیں گر معلوم ہو جائے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بتلائیں، اتنا ہی نہیں بلکہ پھر ان کی پرستش کریں، پس نہایت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کیا خدا کی لڑکیاں ہیں اور تمہارے لڑکے ہیں؟ پھر فرمایا کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے؟ یعنی نبی اللہ دین اللہ کے پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری پڑتا ہے؟ کیا یہ لوگ غیب داں ہیں؟ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا، کیا یہ لوگ دین اللہ اور رسول اللہ کی نسبت بکواس کر کے خود رسول اللہ ﷺ کو مومنوں کو اور عام لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور وبال اخروی میں پھنسیں گے، پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ تو شرکت سے مبرا اور شریک سے پاک اور مشرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔

وَاِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۱۶﴾ فَذَرْهُمْ
اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو یوں کہدیں کہ یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے تو ان کو رہنے دیجئے

حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۱۷﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ
یہانتک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں انکے ہوش اڑ جائیں گے جس دن ان کی تدبیریں انکے کچھ بھی کام نہ آویں گی

شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ
اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی۔ اور ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونیوالا ہے (جیسے قحط وقتل وغیرہ) لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
ان میں اکثر کو معلوم نہیں اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور اٹھتے وقت (مجلس سے

رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۰﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۲۱﴾ ع
یا سونے سے) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشاء) اور ستاروں سے پیچھے بھی

ع ۲/۲۱

تہ بہ تہ بادل

مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں اسقدر بڑھ گئے ہیں کہ خدا کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی انہیں ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا خدا کا عذاب بنکر ان کے سروں پہ گر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق ویقین نہ ہوگا بلکہ صاف کہدینگے کہ غلیظ ابر ہے جو پانی برسانے کو آرہا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھولدیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری نظربندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی خواہش کے مطابق ہی دکھا دئے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دینگے اور ایمان نہ لائیں گے اے نبی آپ انہیں چھوڑ دیجئے قیامت کے دن خود انہیں معلوم ہو جائے گا۔ اس دن ان کی ساری فریب کاریاں رکھی کی رکھی رہ جائینگی کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی آج جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے سب منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا سی بھی مدد کر سکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) تمام درجوں میں انکے عدم پر ان کے وجود کو ترجیح نہ دے وہ وجود میں کیسے آسکتے ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ ہر جگہ عقل ہی کو امام بنانے والے ان مسائل میں یہ بہکی اور بے عقلی کی باتیں کیسے کرتے ہیں۔ ایک جماعت فلاسفہ کی ایسی بھی گذری ہے جنکا خیال ہے کہ واقعی عالم اپنی تخلیق میں کسی کا محتاج تھا لیکن وہ عالم خود اپنا خالق ہے کوئی دوسرا اسکا خالق نہیں بھلا ان احمقوں سے کوئی دریافت کرے علت اور معلول ایک ہی حیثیت سے کس طرح جمع ہوں گے؟

بلکہ اُن کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے، یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہو اور یہاں اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گذار دیں۔ بلکہ ان ناانصافوں کے لئے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب تیار ہیں جیسے اور جگہ فرمان ہے وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ؁ یعنی ہم انہیں آخرت کے بڑے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے، تاکہ یہ رجوع کریں۔ لیکن ان میں کے اکثر بے علم ہیں، نہیں جانتے کہ یہ دنیوی مصیبتوں میں بھی مبتلا ہوں گے اور خدا کی نافرمانیاں رنگ لائیں گی۔ یہی بے علمی ہے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ گناہ پر گناہ ظلم پر ظلم کرتے جائیں۔ پکڑے جاتے ہیں، عبرت حاصل ہوگی ہے لیکن جہاں پکڑ ڈھیلی، یہ پھر ویسے کے ویسے سخت دل بدکار بن گئے۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ منافق کی مثال اونٹ کی سی ہے جس طرح اونٹ نہیں جانتا کہ اُسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ اسی طرح منافق بھی نہیں جانتا کہ کیوں بیمار ڈالا گیا؟ اور کیوں تندرست کر دیا گیا؟ اثر الٰہی میں ہے کہ میں کتنی ایک تیری نافرمانیاں کرونگا۔ اور تو مجھے سزا نہ دے گا؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے میرے بندے کتنی مرتبہ میں نے تجھے عافیت دی اور تجھے علم بھی نہ ہوا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلعم آپ صبر کیجئے، اُن کی ایذا دہی سے تنگ دل نہ ہو جیئے۔ ان کی طرف سے کوئی خطرہ بھی دل میں نہ لائیے۔ سُنئے! آپ ہماری حفاظت میں ہیں آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، آپ کی نگہبانی کے ذمہ دار ہم ہیں۔ تمام دشمنوں سے آپ کو بچانا ہمارے سُپرد ہے پھر حکم دیتا ہے کہ آپ کھڑے ہوں تو اللہ تعالےٰ کی پاکی اور تعریف بیان کیجئے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ جب رات کو جاگیں۔ دونوں مطلب درست ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت صلعم فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَىٰ جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ (صحیح مسلم) (یعنی اے اللہ تو پاک ہے، تمام تعریفوں کا مستحق ہے، تیرا نام برکتوں والا ہے، تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے، تیرے سوا معبود برحق اور کوئی نہیں) مسند احمد اور سنن میں بھی حضورؐ کا یہ ارشاد محفوظ ہے مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، جو شخص رات کو جاگے اور کہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ؁ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ پھر خواہ اپنے لئے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے، اللہ تعالےٰ اس کی دُعا قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی، تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔" یہ حدیث صحیح بخاری شریف اور سنن میں بھی ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ خدا کی تسبیح اور حمد کے بیان کرنے کا حکم ہر مجلس سے کھڑے ہونے کے وقت ہے۔ حضرت ابوالاحوصؒ کا قول بھی یہی ہے کہ، جب کسی مجلس سے اُٹھنا چاہے تو یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ۔ حضرت عطا بن ابو رباحؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ان کا فرمانا ہے کہ اگر اس مجلس میں نیکی ہوئی ہے تو وہ اور بڑھ جاتی ہے اور اگر کچھ اور ہوا ہے تو یہ کلمہ اُس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ جامع عبدالرزاق میں ہے کہ، حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کو تعلیم دی کہ جب کبھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھو۔ اس کے راوی حضرت معمرؒ فرماتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ قول اس مجلس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث تو مرسل ہے لیکن مستند حدیثیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں جن کی سندیں ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے، وہاں کچھ بک جھک ہوا اور کھڑا ہونے سے پہلے ان کلمات کو کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہے اُس کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترمذی) اس حدیث کو امام ترمذیؒ حسن صحیح کہتے ہیں۔ امام حاکمؒ اسے مستدرک میں روایت کر کے فرماتے ہیں۔ اس کی سند شرطِ مسلم پر ہے۔ ہاں امام بخاریؒ نے اس میں علت نکالی ہے۔ میں کہتا ہوں امام احمدؒ، امام مسلمؒ، امام ابو حاتمؒ، امام ابوزرعہؒ، امام دارقطنیؒ وغیرہ نے بھی اسے معلول کہا ہے اور وہم کی نسبت ابن جریجؒ کی طرف کی ہے مگر یہ روایت ابو داؤد میں جس سند سے منقول ہے، اُس میں ابن جریجؒ ہیں ہی نہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ اپنی آخری عمر میں جس مجلس سے کھڑے ہوتے، ان کلمات کو کہتے بلکہ ایک شخص نے پوچھا بھی کہ، حضورؐ آپ اس سے پہلے تو اسے نہیں کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا" مجلس میں جو کچھ ہوا ہو، یہ کلمات اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں"۔ یہ روایت مرسل سند سے بھی حضرت ابوالعالیہؒ سے منقول ہے۔ واللہ اعلم۔ نسائی اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں، یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اُٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے اُس کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں مجلس

خیر اور مجلس ذکر میں انھیں پڑھنے سے یہ مثل مُہر کے ہو جاتے ہیں (ابوداؤد وغیرہ) الحمد للہ میں نے ایک علیحدہ جزو میں ان تمام حدیثوں کو اُن کے الفاظ کو اور اُن کی سندوں کو جمع کر دیا ہے اور ان کی علتیں بھی بیان کر دی ہیں، اور اس کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رات کے وقت اس کی یاد اور اس کی عبادت تلاوت اور نماز کے ساتھ کرتے رہو۔ جیسے فرمان ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ، رات کے وقت تہجد پڑھا کرو یہ تیرے لئے نفل ہے۔ ممکن ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر اُٹھائے۔ ستاروں کے ڈوبتے وقت سے مراد صبح کی فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں کہ وہ دونوں ستاروں کے غروب ہونے کے لئے جھک جانے کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ ان سنتوں کو نہ چھوڑو گو تمہیں گھوڑے کچل ڈالیں۔ اسی حدیث کی اہمیت کی وجہ سے امام احمدؒ کے بعض تلامذہ نے تو انھیں واجب کہا ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں سننے والے نے کہا کیا مجھ پر اس کے سوا اور کچھ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کے زیادہ پابندی اور نگرانی نہ کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صبح کے فرضوں سے پہلے کی یہ دو سنتیں ساری دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔

الحمد للہ سورۂ والطور کی تفسیر پوری ہوئی"

تفسیر سورۂ نجم مکیّہ

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تھا سورۂ وَالنَّجْمِ اُتری ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے جتنے اصحاب تھے سب نے سجدہ کیا۔ لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اسی پر سجدہ کر لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفر کی حالت میں ہی مارا گیا۔ یہ شخص اُمیہ بن خلف تھا لیکن اس میں ایک اشکال ہے، وہ یہ کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ شخص عتبہ بن ربیعہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ

قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے (ہر وقت) ساتھ کے رہنے والے ہیں نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے

عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾

باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہی جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے۔

قسم ہے ستارہ کی

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں۔ خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی (ابن ابی حاتم) ستارے کے جھکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستارے کا غائب ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ مراد اس کا جھڑ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ اس قول کی اچھی توجیہ ہو سکتی ہے

لہ یعنی قبل نماز فجر دو سنتوں کے علاوہ باقی اور نوافل کا آپ زیادہ اہتمام نہ فرماتے ہاں یہ صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت سنت ایسی تھیں کہ ان کو کسی حال میں نہ چھوڑتے۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں اس جملہ کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی جب وہ اُترے۔ اس آیت ہی کے مثل یہ آیت فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ الخ بھی ہے۔ پھر جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کا بیان ہے عہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیکی اور رُشد و ہدایت والے اور تابع حق ہیں۔ وہ بے علمی کیساتھ کسی غلط راہ پر لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں گمراہی والے نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح آپ نہیں۔ آپ کا علم کامل، آپ کا عمل مطابق علم آپ کا راستہ سیدھا۔ آپ عظیم الشان شریعت کے شارع آپ اعتدال والی راہِ حق پر قائم ہیں، اور آپکا کوئی قول کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو خدا کو حکم ہوتا ہے آپ اُسے ہی زبان سے نکالتے ہیں۔ جو وہاں سے کہا جائے وہ آپ کی زبان سے اَدا ہوتا ہے۔ کمی بیشی زیادتی نقصان سے آپ کا کلام پاک ہوتا ہے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں۔ مثل دو قبیلوں کے یا دو میں سے ایک قبیلے کی گنتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مُضر۔ اس پر ایک شخص نے کہا۔ کیا ربیعہ مُضر میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہلوایا جاتا ہے۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں۔ حضورؐ سے جو کچھ سُنتا تھا اُسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا۔ پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں۔ کبھی کبھی غصّے اور غضب میں بھی کچھ فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں لکھنے سے رُک گیا۔ پھر میں نے اس کا ذکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ لکھ لیا کرو، خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔" یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔ بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالے کیطرف سے دوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں بجز حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اِس پر بعض صحابہؓ نے کہا حضورؐ کبھی کبھی ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اُس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ⑥ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ⑦ ثُمَّ

جو بڑا طاقتور ہے پیدائشی طاقتور ہے پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر آپکے روبرو نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ آسمان کے

دَنَا فَتَدَلّٰى ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ⑨ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ⑩

بلند کنارہ پر تھا پھر وہ فرشتہ آپکے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی قلب نے

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰي مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً

دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان (پیغمبر) سے انکی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی

اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ

(صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب جنت الماویٰ ہے جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی

مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائب دیکھے۔

عہ خدا تعالیٰ قسموں میں جن چیزوں کو اختیار فرماتے ہیں ان میں اور واقعہ جو بیان کرنا چاہتے ہیں بڑی مناسبت اور معنوی ربط ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں ستارہ کی قسم اس لئے کھائی ہے تاکہ معلوم ہو کہ جسطرح ستارے اپنی چال اور سفر میں متعینہ راہوں پر ہی چلتے ہیں نہ ادھر ہوتے ہیں نہ ادھر اسی طرح پر نبی بھی جادہ اعتدال سے ادھر ادھر قطعاً نہیں ہٹتے ضلال کا مطلب یہ ہے کہ اپنے راستہ کو بالکل بھول جائے اور غوایت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راستہ تو بالکل نہ بھولے تاہم دوسرے راستہ کو جو اسکی منزل مقصود پر نہیں جاتا اپنی راہ سمجھ لے گویا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ضلال میں مبتلا ہیں اور نہ غوایت میں "صاحب" کے لفظ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آنحضورؐ ہر گھنٹہ کے تمہارے رفیق اور تمہارے درمیان میں موجود ہیں خود ان کو خوب دیکھ لو کہ ان کے فعل و عمل (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

ایک معزز فرشتہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ الخ یہ قرآن ایک معزز زور آور فرشتے کا قول ہے جو مالک عرش کے ہاں باعزت سب کا مانا ہوا وہاں معتبر ہے۔ یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے ذُوْ مِرَّةٍ کی ایک تفسیر تو یہی ہے، دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے حدیث میں بھی "مِرَّۃ" کا لفظ آیا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ صدقہ لینا مال دار اور قوت والے تندرست پر حرام ہے۔ پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ اور وہ بلند آسمان کے کنارے پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے، جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت پر صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر امینِ خدا اپنی صورت میں آپ کو دکھائی دیئے۔ آسمانوں کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے۔ دوبارہ اس وقت جب کہ آپ کو لے کر حضرت جبرئیلؑ اوپر چڑھے تھے۔ یہ مطلب ہے وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی کا۔ امام ابن جریرؒ نے اس تفسیر میں ایک ایسا قول بیان کیا ہے جو کسی نے نہیں کہا، ان کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اور آنحضرتؐ دونوں بلند آسمانوں کے کناروں پر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے۔ امام ابن جریرؒ کی اس تفسیر کی تائید کسی نے نہیں کی۔ گو امام صاحب نے عربیت کی حیثیت سے اسے ثابت کیا ہے اور عربی قواعد سے یہ ہو بھی سکتا ہے۔ لیکن ہے یہ واقعہ کے خلاف۔ اس لئے کہ یہ دیکھنا معراج سے پہلے کا ہے اس وقت رسول اللہ صلعم زمین پر تھے۔ آپ کی طرف جبرئیل علیہ السلام اترے تھے اور قریب ہو گئے تھے اور اپنی اصلی صورت پر تھے پھر اس کے بعد دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا، تو یہ دوبارہ کا دیکھنا تھا۔ لیکن پہلی مرتبہ کا دیکھنا تو شروع رسالت کے زمانہ کا ذکر ہے پہلی وحی اقْرَاْ بِاسْمِ الخ کی چند آیتیں آپ پر نازل ہو چکی تھیں۔ پھر وحی بند ہو گئی تھی جس کا حضور کو بڑا خیال بلکہ بڑا ملال تھا۔ یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ پر سے گر پڑوں۔ لیکن ہر وقت آسمان کی طرف سے حضرت جبرئیلؑ کی یہ ندا سنائی دی کہ، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خدا کے سچے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔ آپ کا غم غلط ہو جاتا، دل پر سکون اور طبیعت میں قرار ہو جاتا، واپس چلے آتے۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد شوق دامنگیر ہوتا اور وحیِ الٰہی کی لذت یاد آتی، تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے خود کو گرا دینا چاہتے۔ اور اسی طرح حضرت جبرئیلؑ تسکین و تسلی کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابطح میں حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے چھ سو پر تھے جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لئے تھے اب آپ سے قریب آ گئے اور اللہ عزوجل کی وحی آپ کو پہنچائی۔ اس وقت حضورؐ کو اس فرشتے کی عظمت و جلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ خدا کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے۔ مسند بزار کی ایک روایت امام ابن جریرؒ کے قول کی تائید میں پیش ہو سکتی ہے مگر اس کے راوی صرف حارث بن عبید ہیں جو بصرہ کے رہنے والے مشہور شخص ہیں ابو قدامہ ایادی ان کی کنیت ہے۔ مسلم میں ان سے روایتیں آئی ہیں لیکن امام ابن معینؒ انہیں ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہیں امام ابو حاتمؒ رازی کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ لیکن ان سے دلیل نہیں لی جا سکتی ابن حبانؒ فرماتے ہیں۔ یہ بڑے وہمی تھے ان سے احتجاج درست نہیں پس یہ حدیث صرف ان ہی کی روایت سے ہے۔ تو علاوہ غریب ہونے کے منکر ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ کسی خواب کا ہو اس میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا جو حضرت جبرئیلؑ آئے، میرے دونوں کاندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ رکھا اور مجھے کھڑا کیا میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک میں تو حضرت جبرئیلؑ بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ درخت بلند ہونے لگا۔ یہاں تک کہ میں آسمان سے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں دائیں بائیں کروٹیں بدل رہا تھا۔ اور اگر میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لیتا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیلؑ اس وقت ہیبتِ خدا سے مثل بوریے کے بچھے جا رہے تھے اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جلالت و قدر کے علم میں انہیں مجھ پر فضیلت ہے۔ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھل گیا۔ میں نے بہت بڑا عظیم الشان نور دیکھا۔ اور پردے کے پاس دُر و یاقوت کو ہلتے اور حرکت کرتے دیکھا پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی چاہی، وہ فرمائی۔ مسند میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ان کے چھ سو پر تھے ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پُر کر دیئے تھے۔ اُن سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) قول و کردار کسی میں بھی عدم مطابقت پائی جاتی ہو؟ علاوہ گو یا کہ تدوین اور کتابت حدیث آپ کے عہد مبارک میں ہی شروع ہو چکی تھی خدا تعالیٰ لعنت بھیجے منکرین حدیث پر کہ تمام احادیث کو عجمی سازش قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث کی کتابت آپ کے ایک صدی بعد ہوئی اسلئے ان پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے؟

زمرد اور موتی اور مروارید جڑے ہوئے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے جبرئیلؑ سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی تو مشرق کی طرف سے آپ کو کوئی چیز اونچی اٹھتی ہوئی پھیلتی ہوئی نظر آئی جسے دیکھکر آپ بیہوش ہو گئے۔ جبرئیلؑ فوراً آئے اور آپ کو ہوش میں لائے اور آپ کی باچھوں سے تھوک دور کیا۔ ابن عساکر میں ہے کہ ابو لہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس کے بیٹے نے کہا۔ سفر میں جانے سے پہلے ایک مرتبہ ذرا محمد (صلعم) کے خدا کو اُن کے سامنے گالیاں تو دے آؤں۔ چنانچہ یہ آیا اور کہا "اے محمد! پھر قریب ہوا اور اترا اور دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آگیا، میں تو اس کا منکر ہوں" (چونکہ یہ ناہنجار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا) حضورؐ کی زبان سے اس کے لئے بددعا نکل گئی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے۔ یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا۔ اور ساری باتیں کہہ سنائیں۔ تو اس نے کہا۔ بیٹا! اب مجھے تو تیری جان کا اندیشہ ہو گیا۔ اس کی دعا رد نہ جائے گی۔ اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا۔ شام کی سرزمین میں ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس پڑاؤ کیا۔ راہب نے اُن سے کہا یہاں تو بھیڑئیے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں کے ریوڑ، تم یہاں کیوں آگئے؟ ابو لہب یہ سنکر کھٹک گیا اور تمام قافلے والوں کو جمع کر کے کہا۔ دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے کچھ حقوق تم پر ہیں آج میں تم سے عرض کرتا ہوں کہ تم سب اُسے قبول کرو گے۔ بات یہ ہے کہ، مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کے لئے بددعا کی ہے اور مجھے اس کی جان کا خطرہ ہے۔ تم اپنا سب اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کرو اور اس پر میرے پیارے بچے کو سلادو۔ اور تم سب اس کے ارد گرد پہرا دو۔ لوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ یہ اپنے سب جتن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منھ سونگھنے لگا۔ جب سب کے منہ سونگھ چکا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اُسے نہ پایا تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور سے جست کی۔ اور ایک چھلانگ میں اس مچان پر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اس کا بھی منہ سونگھا اور گویا وہی اس کا مطلوب تھا۔ پھر تو اس نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمدؐ کی بددعا کے بعد یہ بچ نہیں سکتا۔ پھر فرماتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرت سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے، یہاں تک کہ حضورؐ کے اور حضرت جبرئیلؑ کے درمیان صرف دو کمانوں عہ کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیکی ہو گئی۔ یہاں لفظ اَوْ جس کی خبر دی جاتی ہے اس کے ثابت کرنے کے لئے آیا ہے اور اس پر جو زیادتی ہو۔ اس کی نفی کے لئے جیسے اور جگہ ہے۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ پس وہ مثل پتھروں کے ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً ط بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور فرمان ہے وہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا اللہ سے اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور جگہ ہے۔ ہم نے ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ کی طرف یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ حقیقتاً وہ ایک لاکھ تھے یا اس سے زیادہ ہی زیادہ۔ پس اپنی خبر کی تحقیق ہے شک و تردد کے لئے نہیں خبر میں خدا کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ قریب آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ جیسے ام المومنین عائشہ، ابن مسعود، ابوذر، ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمان ہے اور اس سلسلہ کی احادیث بھی عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا جن میں سے ایک دفعہ کا بیان اس آیت ثُمَّ دَنَا میں ہے اور دوسری بار کا ذکر حضرت انسؓ والی معراج کی حدیث میں ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ رب العزت قریب ہوا اور نیچے آیا اور اسی لئے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور کئی ایک غرابتیں ثابت کی ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ صحیح ہے تو بھی دوسرے وقت اور دوسرے واقعہ پر محمول ہو گی۔ اس آیت کی تفسیر نہیں کہی جا سکتی۔ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تھے نہ کہ معراج والی رات کا کیونکہ اس کے بیان کے بعد ہی فرمایا ہے۔ ہمارے نبی نے اُسے ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے پس یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کا دیکھنا تو واقعہ معراج کا ذکر ہے اور پہلی مرتبہ کا دیکھنا یہ زمین پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے

عہ عرب میں قاعدہ تھا کہ جب دو شخص کسی بات پر معاہدہ کرتے تو دونوں قریب ہو کر اپنی کمانوں کو باہم ملاتے، یہاں تک کہ دونوں چلّے مل جاتے اور کھینچکر پھر ایک ساتھ دونوں کمانوں سے تیر چلاتے اب قاب قوسین (قرب اور اتصال کے لئے بطور محاورہ کے استعمال ہونے لگا ہے۔

فرمایا میں نے جبرئیلؑ کو دیکھا اُن کے چھ سو پر تھے۔ حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا نبوت کیوقت آپؐ نے خواب میں حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا۔ پھر آپ اپنی ضروری حاجت سے فارغ ہونے کے لئے نکلے تو سُنا کہ کوئی آپ کا نام لیکر آپ کو پکار رہا ہے۔ ہر چند دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار آپ نے اوپر کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں۔ قریب تھا کہ حضورؐ دہشت زدہ ہو جائیں کہ فرشتے نے کہا میں جبرئیل ہوں ڈرو نہیں لیکن حضورؐ سے ضبط نہ ہو سکا۔ بھاگ کر لوگوں میں چلے آئے اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر وہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبرئیلؑ اسی طرح نظر آئے۔ آپ پھر خوف زدہ ہو کر لوگوں کے مجمع میں آ گئے۔ تو یہاں کچھ بھی نہیں۔ باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا۔ پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ قاب آدھی انگلی کو بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیلؑ پر دو ریشمی حلّے تھے۔ پھر فرمایا اس نے وحی کی الخ۔ اس سے مراد تو یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ کی طرف وحی کی۔ یا یہ کہ اللہ تعالے نے اپنے بندے کی طرف جبرئیلؑ کی معرفت اپنی وحی نازل فرمائی۔ دونوں معنی صحیح ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں اس وقت کی وحی اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ تھی۔ اور حضرات سے مروی ہے کہ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ نبیوں پر جنت حرام ہے جبتک کہ آپ اس میں نہ جائیں اور امتوں پر جنت حرام ہے۔ جب تک کہ پہلے آپ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں آپؐ نے اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے۔ یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو، خواہ ظاہری آنکھوں کا۔ یہ ممکن ہے کہ اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کریں۔ یعنی آپ نے اپنے دل سے دیکھا جن بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا انہوں نے ایک غریب قول نقل کیا ہے اس لئے کہ صحابہؓ سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ منقول نہیں۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضورؐ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جیسے حضرت انسؓ اور حضرت حسنؒ اور حضرت عکرمہؓ ان کے اس قول میں تامل ہے۔ واللہ اعلم۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں میں نے یہ سُنکر کہا پھر یہ آیت کہاں جائے گی۔ جس میں فرمان ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اُسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے آپ نے جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ اپنے نور کی پوری تجلّی کرے، ورنہ آپ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ کی ملاقات حضرت کعبؓ سے ہوئی، اور انہیں پہچان کر ان سے ایک سوال کیا۔ جو ان پر بہت گراں گزرا ابن عباسؓ نے فرمایا، ہمیں بنو ہاشم نے یہ خبر دی ہے تو حضرت کعبؓ نے فرمایا، اللہ تعالے نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمدؐ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان تقسیم کر دیا حضرت موسیٰؑ سے دو مرتبہ باتیں کیں اور آنحضرتؐ کو دو مرتبہ اپنا دیدار کرایا۔ ایک مرتبہ حضرت مسروقؒ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے تو ایسی بات کہدی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا اُم المومنین! قرآن کریم فرماتا ہے، آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو۔ سنو اس سے مراد حضرت جبرئیلؑ کا دیکھنا ہے جو تم سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا حضورؐ نے خدا کی کسی فرمان کو چھپا لیا، یا آپ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے۔ یعنی قیامت کب قائم ہوگی؟ بارش کب اور کتنی برسے گی؟ مادہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ ہے؟ کون کل کو کیا کرے گا؟ کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی غلط بات کہی اور خدا پر بہتان باندھا۔ بات یہ ہے کہ آپ نے جبرئیلؑ کو دیکھا تھا دو مرتبہ خدا کے اس امین کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے، ایک تو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ جیاد میں ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے انھوں نے بھر رکھے تھے۔ نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ خُلّت حضرت ابراہیمؑ کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰؑ کے لئے اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "وہ سراسر نور ہے میں اُسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟" ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا "میں نے اپنے دل سے اپنے رب

کو دو دفعہ دیکھا ہے۔ پھر آپ نے آیت مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ پڑھی۔ اور روایت میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔ پھر آپ نے آیت ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ پڑھی۔ حضرت عکرمہؓ سے مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ کی بابت سوال ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں آپ نے دیکھا اور اور پھر دیکھا۔ سائل نے پھر حضرت حسنؒ سے بھی سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا اُس کے جلال وعظمت اور چادر کبریائی کو دیکھا حضور صلعم سے ایک دفعہ یہ جواب دینا بھی منقول ہے کہ میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردہ دیکھا اور پردے کے پیچھے نور دیکھا۔ اس کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا یہ حدیث بھی بہت غریب ہے۔ ایک حدیث مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس کی اسناد شرطِ صحیح پر ہے۔ لیکن یہ حدیث حدیثِ خواب کا مختصر ٹکڑا ہے۔ چنانچہ طویل حدیث میں ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آج کی رات (راوی کہتا ہے میرے خیال میں) خواب میں آیا۔ اور فرمایا "اے محمدؐ! جانتے ہو بلند مقام والے فرشتے کس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں؟" میں نے عرض کیا "نہیں!" پس اللہ تعالےٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو بازوؤں کے درمیان رکھا۔ جس کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی۔ پس زمین وآسمان کی ہر چیز مجھے معلوم ہو گئی۔ پھر مجھ سے وہی سوال کیا۔ میں نے کہا، اب مجھے معلوم ہو گیا۔ وہ ان نیکیوں کے بارے میں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور جو درجے بڑھاتی ہیں، آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ مجھ سے حق جل شانہٗ نے پوچھا۔ اچھا پھر تم بھی بتلاؤ کفارے کی نیکیاں کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نمازوں کے بعد مسجدوں میں رُکے رہنا۔ جماعت کے لئے چل کر آنا۔ جب وضو ناگوار گزرتا ہو تو اچھی طرح مل مل کر وضو کرنا۔ جو ایسا کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گا اور خیر کے ساتھ انتقال ہوگا۔ اور گناہوں سے اس طرح الگ ہو جائیگا جیسے آج دنیا میں آیا ہے۔ اُس وقت اللہ تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا۔ "اے محمد صلعم! جب نماز پڑھو یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاِذَا اَرَدْتَ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً اَنْ تَقْبِضَنِیْٓ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ ۝ یعنی یا اللہ میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے برائیوں کے چھوڑنے مسکینوں سے محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں۔ تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اُٹھا لینا۔ فرمایا اور درجے بڑھانے والے اعمال یہ ہیں، کھانا کھلانا۔ اسلام پھیلانا لوگوں کی نیند کے وقت رات کو تہجد کی نماز پڑھنا۔ اسی کی مثل روایت سورۂ صٓ ۝ کی تفسیر کے خاتمہ پر گزر چکی ہے۔ ابن جریر میں یہ روایت دوسری سند سے ہے جس میں غربت والی زیادتی اور بھی بہت سی ہے۔ اس میں کفارہ کے بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل چلنے کے قدم، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار میں نے کہا یا اللہ تو نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰؑ کو اپنا کلیم بنایا اور یہ کیا۔ پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا "میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور تیرا بوجھ ہٹا نہیں دیا اور فلاں فلاں احسان تیرے اوپر نہیں کیا، اور دوسرے بھی ایسے احسان بتلائے کہ تمہارے سامنے ان کے بیان کی مجھے اجازت نہیں۔ اسی کا ذکر ان آیتوں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ الخ میں ہے پس اللہ تعالےٰ نے میری آنکھوں کا نور میرے دل میں پیدا کر دیا۔ اور میں نے اللہ تعالےٰ کو اپنے دل سے دیکھا۔ اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ اوپر عتبہ بن ابو لہب کا یہ کہنا کہ میں اس قریب آنے اور نزدیک ہونے والے کو نہیں مانتا اور پھر حضورؐ کا اس کے لئے بددعا کرنا اور شیر کا آ کے پھاڑ کھانا بیان ہو چکا ہے یہ واقعہ زرقا میں یا سراۃ میں ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلعم نے پیشین گوئی فرما دی تھی کہ یہ اس طرح ہلاک ہوگا۔ پھر آنحضرتؐ کا حضرت جبرئیلؑ کو دوبارہ دیکھنا بیان ہو رہا ہے جو معراج والی رات کا واقعہ ہے۔ معراج کی حدیثیں نہایت تفصیل کے ساتھ سورۂ بنی اسرائیل کی شروع آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ جن کے دوبارہ یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ معراج والی رات دیدارِ باری تعالیٰ کے ہونے کے قائل ہیں۔ ایک جماعتِ سلف وخلف کا قول بھی یہی ہے۔ اور صحابہؓ کی بہت سی جماعتیں اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح تابعین

عہ تفصیلات اس سلسلہ کی سورۂ اسراء کے حواشی میں گزر چکیں۔ عہ رُکا رہنا یا دوسری نماز کے لئے یا فجر کے بعد اشراق کے لئے اور مغرب کے بعد اوابین وغیرہ کے لئے لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ ہر نماز کے بعد بشرط فرصت واطمینان خاطر دوسری نماز کے انتظار میں رُکنا کیونکہ حدیث میں عام نمازوں کا ہے کسی خاص نماز کا نہیں۔

اور دوسرکر بھی اس کے خلاف ہیں۔ حضور ؐ کا جبرئیلؑ کو اُن کے پروں سمیت دیکھنا وغیرہ اس قسم کی روایتیں اوپر گزر چکی ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ سے حضرت مسروقؒ کا پوچھنا اور آپ کا جواب بھی ابھی بیان ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے اپنے اس جواب کے بعد آیت لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ الخ تک کی تلاوت کی اور مَا کَانَ لِبَشَرٍ الخ کی بھی تلاوت فرمائی۔ یعنی کوئی آنکھ اُسے نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے۔ کسی انسان سے خدا کا کلام کرنا ممکن نہیں۔ ہاں وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے۔ پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت ؐ کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا پھر آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ آخر تک پڑھی، اور فرمایا جو کہے کہ حضور ؐ نے خدا کی کسی بات کو چھپا لیا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی، پھر آیت یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ پڑھی یعنی اے رسول ؐ جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو۔ ہاں آپ نے حضرت جبرئیلؑ کو اُن کی اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروقؓ نے حضرت عائشہؓ کے سامنے سورہ نجم کی آیت بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ اور نَزْلَةً اُخْرٰی والی آیات پڑھی تو اس کے جواب میں ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اس امت میں سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا۔ اس سے مراد میرا حضرت جبرئیلؑ کو دیکھنا ہے آپؐ نے صرف دو دفعہ اس امین خدا کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے۔ اُس وقت تمام خلا ان کے جسم سے پُر تھا۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن شقیقؒ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضورؐ کو دیکھتا، تو ایک بات ضرور پوچھتا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کیا پوچھتے کہا یہ کہ آپ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے جناب رسالت مآبؐ سے کیا تھا۔ آپ نے مجھے جواب دیا کہ میں نے اُسے نور دیکھا، وہ تو نور ہے میں اُسے کیسے دیکھ سکتا۔ صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث دو سندوں سے ہے دونوں کے الفاظ میں کچھ معمولی فرق ہے۔ حضرت امام احمد فرماتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس حدیث کی کیا توجیہ کروں، دل اِس پر مطمئن نہیں، ابن ابی حاتم میں حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے اپنے دل سے دیدار کیا ہے آنکھوں سے نہیں۔ امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن شقیقؒ اور حضرت ابوذرؓ کے درمیان انقطاع ہے۔ اور امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں۔ ممکن ہے حضرت ابوذرؓ کا یہ سوال معراج کے واقعہ سے پہلے کا ہو۔ اور حضورؐ نے اس وقت یہ جواب دیا ہو۔ اگر یہ سوال معراج کے بعد آپ سے کیا جاتا تو ضرور آپ اس کے جواب میں ہاں فرماتے انکار نہ کرتے۔ لیکن یہ قول سرتا پا ضعیف ہے اس لئے حضرت عائشہؓ کا سوال تو قطعاً معراج کے بعد کا تھا مگر آپ کا جواب اس وقت بھی انکار میں ہی رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے خطاب ان کی عقل کے مطابق کیا گیا۔ یا یہ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے چنانچہ ابن خزیمہؒ نے کتاب التوحید میں یہی لکھا ہے تو در اصل یہ محض خطا ہے اور بالکل غلطی ہے واللہ اعلم۔ . . . . . حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو دل سے تو دیکھا ہے لیکن اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، ہاں حضرت جبرئیلؑ کو اپنی آنکھوں سے اُن کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ پر ۱۹ اُس وقت فرشتے بہ کثرت تھے اور نور خدا اُس پر جگمگا رہا تھا۔ اور قسم قسم کے رنگ جنھیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں معراج والی رات آنحضرت ؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، جو ساتویں آسمان پر ہے زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں پھر یہاں سے اُٹھا لی جاتی ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ یہیں تک پہنچتی ہیں۔ پھر یہاں سے پہنچائی جاتی ہیں اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئیں تھیں۔ حضورؐ کو وہاں تین چیزیں عطا فرمائی گئیں۔ پانچوں وقت کی نمازیں۔ سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں۔ اور آپؐ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو، اُس کے گناہوں کی بخشش (مسلم) ابوہریرہؓ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوّے کسی درخت کو

ع چھٹے یا ساتویں آسمان پر یا چھٹے سے لیکر، ساتویں آسمان تک پھیلا ہوا ہے تو ایک بیری کا درخت لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان یہ مرکز اتصال ہے یعنی عالم بالا سے جتنے احکام صادر ہوتے ہیں وہ پہلے اسی سدرہ پر پہونچتے ہیں اور وہاں سے دنیا میں، اور ایسے ہی دنیا سے جو اعمال جاتے ہیں وہ پہلے سدرہ پر، اور وہاں سے پھر عالم بالا کو آسمان پر بیری کے درخت کا انکار قطعاً غلط ہوگا۔ اگر آج آپ سائنس چاند میں، پہاڑ، دریا، صحرا وغیرہ کی . . . اطلاع دی رہی ہے اور آپ اس پر یقین بھی کر رہے ہیں تو پھر آسمان پر ایسی چیزوں کے ہونے میں کیا استبعاد ہے۔

ٹھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے چھا رہے تھے۔ وہاں جب حضورؐ پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس درخت کی شاخیں مروارید یاقوت اور زبرجد کی تھیں آنحضرتؐ نے اُسے دیکھا اور اپنے دل کی آنکھوں سے خدا کی بھی زیارت کی۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں حضورؐ سے سوال ہوا کہ آپ نے سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا۔ اُسے سونے کی ٹڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ کھڑا ہوا خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔ آپ کی نگاہیں دائیں بائیں نہیں ہوئیں جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔ ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی یہ پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجا لائے جو آپ کو دیا گیا وہی لے کر خوش ہوئے، اسی کو ایک ناظم نے تعریفاً کہا ہے: آپ نے خدا کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظ فرمائیں جیسے اور جگہ ہے لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۚ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ جو ہماری کامل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں۔ ان دونوں آیتوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضورؐ نے اس رات خدا کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا۔ کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اگر خود خدا کا دیدار ہوا ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا۔ اور لوگوں پر اُسے ظاہر کیا جاتا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول گذر چکا کہ ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر دوسری دفعہ آسمان پر چڑھتے وقت حضرت جبرئیلؑ کو آپ نے اُن کی اصلی صورت میں دیکھا" پس جب حضرت جبرئیلؑ نے اپنے رب عزّ وجل کو خبر دی۔ پھر اپنی اصلی صورت میں ہو گئے۔ اور سجدہ ادا کیا پس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوبارہ دیکھنے سے انہی کا دیکھنا مراد ہے۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے اور غریب ہے۔

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ⑳ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ

بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں

لَهُ الْأُنْثٰى ㉑ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزٰى ㉒ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا

اور خدا کے لئے بیٹیاں اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی یہ (معبودات مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں جنکو تم نے اور تمہارے باپ

أَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

دادوں نے ٹھیرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل بھیجی نہیں (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور

وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰى ㉓ أَمْ لِلْإِنْسَانِ

اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسولؐ) ہدایت آ چکی ہے کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے

مَا تَمَنّٰى ㉔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْأُولٰى ㉕ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي

سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا (بھی) اور بہت سے فرشتے آسمان میں موجود ہیں ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں

شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضٰى ①

آ سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دیدیں اور اس کے لئے شفاعت کرنے سے راضی ہوں۔

لات و عزیٰ

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور خدا کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے بحکم خدا خانہ کعبہ بنایا ہے یہ لوگ اپنے اپنے معبودانِ باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔ لات ایک سفید پتھر منقش تھا۔ جس پر قبہ بنا رکھا تھا۔ غلاف چڑھائے جاتے تھے، مجاور اور محافظ اور جاروب کش مقرر تھے۔ اُس کے آس پاس کی جگہ کو مثل حرم کے حرمت و بزرگی والی جانتے تھے، اہلِ طائف کا یہ بتکدہ تھا۔ قبیلۂ ثقیف اس کا مجاری اور اُس کا متولی تھا۔ قریش کے سوا اور باقی سب لوگوں پر یہ اپنا فخر جتایا کرتے تھے، ابن جریرؒ فرماتے ہیں، ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ "لات" بنایا تھا گویا اُس کا

مؤنث بنایا تھا۔ اللہ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے۔ ایک قرأت میں لفظ "لات" تے کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی گھولنے والا۔ اس کو لات اس لئے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا، موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے۔ اسی طرح لفظ "عزّیٰ"، لفظ عزیز سے لیا گیا ہے۔ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا۔ اس پر بھی قبہ بنا ہوا تھا چادریں چڑھی ہوئی تھیں قریش اس کی عظمت کرتے تھے ابو سفیان نے اُحد والے دن بھی کہا تھا "ہمارا عزّیٰ ہے اور تمہارا نہیں"، جس کے جواب میں حضورؐ نے کہلوایا تھا۔ "اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے جو شخص لات اور عزّیٰ کی قسم کھا بیٹھے اُسے چاہئے کہ فوراً لا الٰہ الا اللہ کہہ لے۔ اور جو اپنے ساتھی سے کہہ دے کہ آؤ جوا کھیلیں اُسے صدقہ کرنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اسی کی قسم کھائی جاتی تھی تو اب اسلام کے بعد بھی اگر کسی کی زبان سے عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اُسے کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اسی طرح لات وعزّیٰ کی قسم کھا بیٹھے جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا تو یہ حضورؐ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لو اور تین مرتبہ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر اپنی بائیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا۔ مکے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشلّل میں مناۃ تھا۔ قبیلۂ خزاعہ اور اوس اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ کے لئے جاتے تھے۔ اسی طرح علاوہ ان تین کے اور بھی بت سے بُت اور تھان تھے جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بیحد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ لیکن چونکہ ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی اسلئے یہاں صرف اِن تین کا ہی بیان فرمایا۔ ان مقامات کے یہ لوگ طواف بھی کرتے تھے، قربانیوں کے جانور وہاں لے جاتے تھے اُن کے نام پر جانور چڑھاتے تھے۔ باوجود اس کے کہ یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت و عظمت کے قائل تھے اُسے مسجد ابراہیمؑ مانتے تھے اور اس کی خاطر خواہ توقیر کرتے تھے۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزّیٰ کے پجاری تھے جو نخلہ میں تھا۔ اس کا نگہبان اور متولی قبیلۂ بنو شیبان تھا جو قبیلۂ سلیم کی شاخ تھا۔ اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا بھائی چارہ تھا۔ اس بت کے توڑنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا۔ جنھوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے ؎

یَا عُزّٰى كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ ❋ إِنِّيْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَكِ

یعنی اے عزّیٰ میں تیرا منکر ہوں، تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں۔ میرا ایمان ہے تیری عزت کو خدا نے خاک میں ملا دیا۔ یہ ببولوں کے تین درختوں پر تھا وہ درخت کاٹ ڈالے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آکر حضورؐ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا، پھر دوبارہ واپس جاؤ۔ حضرت خالدؓ کے دوبارہ تشریف لے جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکر و فریب کئے اور خوب غل مچا مچا کر یا عزّیٰ یا عزّیٰ کے نعرے لگائے۔ حضرت خالدؓ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے۔ آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آکر حضورؐ کو خبر دی آپؐ نے فرمایا عزّیٰ یہی تھی۔ لات قبیلۂ ثقیف کا بُت تھا جو طائف میں تھا اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی۔ یہاں اُس کے ڈھانے کے لئے نبی صلعم نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت ابو سفیانؓ صخر بن حربؓ کو بھیجا تھا جنھوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی۔ مناۃ اوس و خزرج اور اُن کے ہمخیال لوگوں کا بُت تھا۔ یہ مشلّل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا یہاں بھی حضورؐ نے حضرت ابو سفیانؓ کو بھیجا۔ اور آپؓ نے ریزے ریزے کر گئے بعض کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں یہ کفرستان فنا ہوا۔ ذوالخلصہ نامی بُت خانہ اوس اور خثعم اور بجیلہ کا تھا اور جو لوگ اُن کے ہم وطن تھے۔ یہ تبالہ میں تھا اور اُسے یہ لوگ کعبۂ یمانیہ کہتے تھے اور مکے کے کعبہ کو کعبۂ شامیہ کہتے تھے۔ یہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کے ہاتھوں رسول اللہ صلعم کے حکم سے فنا ہوا۔ فلس نامی بُت خانہ قبیلۂ طے اور اُن کے آس پاس کے عربوں کا تھا۔ یہ جبل طے میں سلمیٰ اور اجا کے درمیان تھا۔ اس کے توڑنے پر حضرت علیؓ مامور ہوئے تھے۔ آپ نے اُسے توڑ دیا۔ اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے ایک اسوب دوسری مخزم آنحضرتؐ نے یہ دونوں تلواریں انہی کو دے دیں

قبیلہ حمیر اور اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعاء میں ریام نامی بنا رکھا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حمیری جو تبع کے ساتھ نکلے تھے انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور رضا نامی بت کدہ بنو ربیعہ سعد کا تھا اس کو مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے اسلام میں ڈھایا۔ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس سال کی ہوئی تھی جس کا بیان خود انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذو الکعبات نامی صنم خانہ بکر اور تغلب اور ایاد قبیلے کا سنداد میں تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تمہارے لئے تو لڑکے ہوں اور خدا کی لڑکیاں ہوں؟ کیونکہ یہ مشرکین فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم ناانصافی سمجھی جائے گی۔ چہ جائیکہ تم خدا کے لئے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لئے لڑکے پسند کرو۔ پھر فرماتا ہے۔ ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے معبود ٹھہرا کر جو چاہا نام گھڑ لیا ہے۔ ورنہ در اصل نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں۔ خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ صرف اپنے بڑوں کی تقلید میں جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دلیل آ جانے کے خدا کی باتیں واضح ہو جانے کے پھر بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان کی ہر تمنا خواہ مخواہ پوری ہوتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہی ہوگا؟ تم گو دعوے لمبے چوڑے کرو۔ لیکن دعووں سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ حضور فرماتے ہیں۔ کسی چیز کی خواہش کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ کیا خواہش کر رہے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اس خواہش پر تمہارے لئے کیا لکھا جائے گا۔ تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے جو اس نے چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہو گا۔ پھر فرماتا ہے کہ بغیر اجازت خدا کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کے لئے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا۔ جیسے فرمایا من ذا الذی الخ (کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش پیش کر سکے) اس کے فرمان کے بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی پس جب کہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے ناواقفو۔ تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچا دیں گے؟ ان کی پرستش سے خدا روک رہا ہے۔ تمام رسول اور کل آسمانی کتابیں خدا کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں۔ پھر بھی تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو۔ کس قدر غلط راہ ہے؟

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثَىٰ (۲)

اور اس کے لئے شفاعت کرنے سے راضی ہو۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ

حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی

الْحَقِّ شَيْئًا (۳) فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ

مفید نہیں ہوتے تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اسکو کوئی (اخروی) مطالبہ

الدُّنْيَا (۴) ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں کی فہم رسائی کی حد بس یہی دنیوی زندگی ہے تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور

سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ (۵)

وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

بے حقیقت نام

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں جیسے

اور جگہ ہے وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الخ یعنی خدا کے مقبول بندوں فرشتوں کو انہوں نے لڑکیاں ٹھہرا دی ہیں، کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرسش کی جائے گی۔ یہاں بھی فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنانہ نام رکھتے ہیں، جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے محض جھوٹ کھلا بہتان بلکہ صریح شرک ہے۔ یہ صرف ان کی خیالات ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ظنیات حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو، گمان بدترین جھوٹ ہے۔ پھر اللہ تو اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کرلیں۔ ان کا منتہائے نظر صرف زندگانی دنیا ہے اور جنکی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جو (آخرت میں) کنگال ہو اسے جمع کرنے کی دھن میں وہ رہتا ہے جو عقل سے خالی ہو۔ ایک منقول دعا میں حضورؐ کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا پروردگار تو ہماری اہم تر کوشش اور منتہائے نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔ پھر فرماتا ہے کہ جمیع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے صحیح طور پر وہی واقف ہے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے۔ سب کچھ اس کی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے۔ وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم اور بے انصافی نہیں کرتا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے (برے) کام کے عوض میں

بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٦﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ

(خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دیگا۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور

كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ

(ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص) زیادہ بچتے ہیں مگر ہلکے ہلکے گناہ۔ بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے وہ تم کو اور

بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

تمہارے احوال کو اس وقت سے خوب جانتا ہے۔ جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے تو تم

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٧﴾ ع

اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

یہ زمین و آسمان

مالک زمین و آسمان بے پرواہ مطلق شہنشاہ حقیقی، عادل وخالق اللہ تعالیٰ ہی ہے ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دینے والا۔ نیکی پر نیک جزا اور بدی پر بری سزا وہی دے گا۔ اس کے نزدیک

عہ اور یہی دلیل ہے ان کے احمق اور سفیہ ہونے کی بھلا جو لوگ اس عالم دنیا ہی کو اپنا مقصد بنالیں، ظاہر ہے کہ ان کی نظر کس قدر سطحی اور ان کی طلب وجستجو کتنی محدود ہوگی۔ اس کو تو ایسا سمجھئے کہ کسی شخص کو ایک لاکھ کی خطیر رقم بھی ملنے والی ہو اور چند کوڑیاں بھی، اور وہ لاکھوں کی رقم کو چھوڑ کر کوڑیوں کو اپنا منتہائے نظر بنالے آپ کیا کہیں گے ایسے شخص کے بارے میں یہی نا کہ احمق ہے پس اصل کوشش تو ہونی چاہئے عالم آخرت کیلئے جو اس دنیا کے بعد شروع ہوگا اور جو لازوال وغیر فانی ہے اور انہوں نے طلب شروع کردی اس دنیا کی جو ہر وقت و ہر لمحہ زوال پذیر ہے۔

بھلے لوگ وہ ہیں جو اس کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے گناہوں اور بدکاریوں و نالائقیوں سے الگ رہیں۔ اُن سے بمقتضائے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور معاف فرما دیتا ہے جیسے کہ ایک دوسری آیت میں ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ الخ اگر تم اُن کبیرہ گناہوں سے پاک دامن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو ہم تمہاری بُرائیاں معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ یعنی جنت میں داخل کر دیں گے۔ یہاں بھی فرمایا مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور ذرا ذرا انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں "لَمَم" کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابوہریرہؓ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ابنِ آدم پر اس کا زنا کا حصّہ لکھ دیا ہے، جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے۔ دل اُمنگ اور آرزو کرتا ہے اب شرمگاہ خواہ اُسے سچا کر دکھلائے یا جھوٹا (صحیحین)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ، آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اُسے سچا کرتی ہے یا جھوٹا کر دیتی ہے یعنی اگر شرمگاہ کو نہ روک سکا اور بدکاری کر بیٹھا ہے تو سب اعضاء کا زنا ثابت، اور اگر اپنے اس عضو کو روک لیا تو وہ سب "لَمَم" میں داخل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "لَمَم" بوسہ لینا، چھیڑنا، دیکھنا اور مس کرنا ہے اور جب شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا۔ اور زنا کا گناہ ثابت ہو گیا حضرت ابن عباسؓ سے اس جملے کی تفسیر یہی منقول ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں گناہ سے آلودگی ہو پھر چھوڑ دے تو "لَمَم" میں داخل ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا ⁂ وَاَیُّ عَبْدٍ لَّکَ مَا اَلَمَّا

اے اللہ جب تو معاف فرماتا ہے تو سب ہی کچھ معاف فرما دے ورنہ یوں آلودۂ عصیان تو ہر انسان ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ ابن جریر میں حضورؐ کا اس شعر کو پڑھنا منقول ہے۔ اور امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ بزارؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں اس کی اور سند معلوم نہیں، صرف اسی سند سے مرفوعاً منقول ہے۔ ابن ابی حاتم اور بغوی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ بغوی نے اسے سورہ تنزیل میں روایت کیا ہے۔ لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، مُراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوٹے۔ چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کی اور توبہ کر کے لوٹ آیا۔ اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کہ شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا، یہ سب اَلْمَام ہیں جو ایک مومن کو معاف ہیں۔ حضرت حسنؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ ایک روایت میں صحابہؓ سے عموماً اُس کا مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ و فرماتے ہیں۔ مُراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں، دو حدوں کے درمیان حدِ زنا اور عذابِ آخرت۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان ہو حدِ دنیا اور حدِ آخرت نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے۔ حدِ دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر خدا نے دنیوی سزا مقرر کر دی ہے اور حدِ آخرت وہ ہے کہ جس چیز پر خدا نے جہنم واجب کر دی ہے اور اُس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے۔ ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اُس کا احاطہ ہے، جیسے فرمان ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ تعالےٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ اللہ تعالےٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے، پھر فرمایا کہ وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام کو سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے۔ جب کہ اس نے تمہارے باپ آدمؑ کو زمین سے پیدا کیا اور اُن کی پیٹھ سے اُن کی اولاد کو نکالا جو چیونٹیوں کی طرح پھیل گئی۔ پھر اُن کی تقسیم کر کے دو گروہ بنا دیئے، ایک جنت کے لئے اور ایک جہنم کے لئے اور جب کہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے، اُس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی، عمر، نیکی، بدی

لکھ لی۔ بہت سے بچے پیٹ سے ہی گر جاتے ہیں۔ بہت سے دُودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں، بہت سے دُودھ چھٹنے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں۔ بہت سے عین جوانی میں دارِ دُنیا خالی کر جاتے ہیں۔ اب جبکہ ہم ان تمام منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے، جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں اب بھی اگر ہم نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار، تم اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرو، اپنے نیک اعمال کی تعریفیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ، خود کی تعریف کرنے نہ لگو، جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اس کو رب ہی خوب جانتا ہے۔ اور آیت میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی آپ بیان کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ خدا کے ہاتھ ہے جسے وہ چاہے برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے۔ کسی پر کبھی ظلم نہ ہوگا۔ محمد بن عمرو بن عطاؒ فرماتے ہیں میں نے اپنی لڑکی کا نام برّہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابو سلمہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلعم نے اس نام سے منع فرمایا ہے خود میرا نام بھی برّہ تھا جس پر آپ نے فرمایا، "تم خود اپنی برتری اور پاکی آپ بیان نہ کرو، تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر خدا ہی کو ہے،" لوگوں نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا زینب نام رکھو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں۔ آپؐ نے فرمایا افسوس تو نے اس کی گردن ماری۔ کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں شخص کے بارے میں ایسا ہے۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے۔ پھر اپنی معلومات بیان کرو۔ خود کسی کی پاکیزگیاں بیان کرنے نہ بیٹھ جاؤ ابو داؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے سامنے ان کی تعریفیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اس پر حضرت مقداد بن اسودؓ اس کے مُنہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا ہمیں رسول اللہ صلعم کا حکم ہے کہ ہم تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دیں۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ① وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ② اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دینِ حق سے) روگردانی کی اور تھوڑا (مال) دیا اور (پھر) بند کر دیا گیا۔ اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ) علمِ غیب ہے کہ اس کو دیکھ

فَهُوَ يَرٰى ③ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ④ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ⑤

رہا ہے۔ کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور نیز ابراہیم کے جنھوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ ہے

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ⑥ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ⑦

کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ⑧ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ⑨ وَاَنَّ

اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ذرا ان کو بھی دیکھئے

اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو خدا کی فرمانبرداری سے مُنہ موڑ لیں، سچائی نہ کریں نہ نمازیں ادا کریں۔ بلکہ جھٹلائیں اعراض کریں۔ راہ خدا میں بہت ہی کم دیں۔ دل کو نصیحت قبول کرنے والا نہ بنائیں۔ کبھی کچھ کہنا مان لیا۔ پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے۔ عرب "اکدیٰ" اس وقت کہتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں، درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ کھودنا چھوڑ دیں۔ فرماتا ہے کیا اُس کے پاس علم غیب ہے، جس سے اُس نے جان لیا کہ اگر میں راہِ خدا میں اپنا زر و مال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا؟ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقے نیکی سے اور بھلائی سے از روئے بخل از رُمیع اور خود غرضی اور نامرادی اور بے دلی رُک رہا ہے حدیث

میں ہے "اے بلال خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ڈر نہ رکھ" خود قرآن میں ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ تم جو کچھ خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں اُس کا بدلہ دے گا۔ اور وہی بہترین رزاق ہے "وَفّٰی" کے معنی ایک تو یہ کئے گئے ہیں کہ انھیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا۔ دوسرے معنیٰ یہ بیان کئے گئے ہیں کہ جو حکم ملا اُسے بجا لائے ٹھیک یہ ہے کہ یہ دونوں ہی معنی ہیں۔ جیسے کہ دوسری آیت میں ہے وَاِذِ ابْتَلٰٓی الخ ابراہیم علیہ السلام کو جب کبھی جس کسی آزمائش کے ساتھ اس کے رب نے آزمایا۔ آپ نے کامیابی کے ساتھ اس کو پورا کیا یعنی ہر حکم کو بجا لائے ہر ممنوع سے رُکے رہے، رب کی رسالت پوری طرح پہنچا دی۔ پس خدا نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو ان کا تابعدار بنا دیا۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ مِلّتِ ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرک نہ تھے۔ ابن جریرؒ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر روز وہ دن نکلتے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ یہی اُن کی وفاداری تھی۔ ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے کہ، اے ابن آدم! اول دن میں تو میرے لئے چار رکعت نماز ادا کر لے۔ میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ کے لئے لفظ "وَفّٰی" اس لئے فرمایا کہ وہ ہر صبح شام اِن کلمات کو پڑھا کرتے تھے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ یہاں تک کہ حضورؐ نے آیت ختم کی۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ صحفِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ میں کیا تھا؟ ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ مثلاً شرک و کفر کیا یا گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کیا تو اُس کا وبال خود اسی پر ہے۔ اُس کا یہ بوجھ کوئی اور نہ اُٹھائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ الخ اگر کوئی بوجھل اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس میں سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا۔ اگرچہ وہ قرابت دار ہو۔ اُن صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اُس نے حاصل کیا۔ یعنی جس طرح اُس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لادا جائے گا۔، دوسروں کی بداعمالیوں میں بھی نہیں پکڑا جائے گا۔ اور اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اُسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔ حضرت امام شافعیؒ اور اُن کے متبعین نے اِس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا[عہ]۔ اس لئے کہ نہ تو یہ ان کا عمل ہے نہ کسب یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے نہ اُس کا جواز بیان کیا۔ نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انھیں اس پر آمادہ کیا۔ نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے نہ کسی اشارے کنایے سے۔ ٹھیک اسی طرح صحابۂ کرامؓ میں سے بھی کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اُس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لئے بھیجا ہو

[عہ] مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ لکھا یہ مذہب کہ ایصال ثواب مردہ کے حق میں مفید نہیں، صرف سیدنا الشافعی الامام رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کا ہے۔

بخلاف سید الائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور امت کی رائے یہ ہے کہ ایصال ثواب، اموات کے حق میں یقیناً مفید ہے گویا کہ امام شافعیؒ نے اپنے خیال میں بالکل منفرد اور تنہا ہیں جیسا کہ امام المفسرین قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی لکھا ہے۔

قال الشافعی لا یثاب احد بعمل غیرہ وقال ابوحنیفۃ ومالک واحمد وجمہور الخلف والسلف بخلاف ذلک۔

جمہور امت کی جانب سے امام شافعیؒ کے خلاف بہت سے دلائل پیش کئے گئے ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ یہ آیت یعنی لیس للانسان الا ما سعیٰ، کہ کوئی دوسرے کی کوشش سے فائدہ نہیں اٹھاتا، اور جو امام شافعی کے مسلک کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے۔ آیت الذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بھم ذریتھم کہ جو ایمان لائے اور پھر اُن کی اولاد بھی ایمان لانے میں اُن کی شریک رہے انجام و آخرت میں ہم اس مومن اولاد کو ان کے مومن آباء کیساتھ کر دیں گے اسے منسوخ ہے۔ کیونکہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے آباء کے حسن اعمال اخلاف و اولاد کے لئے مفید نہیں یہ خیال اور رائے صحابی رسول (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳

اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابۂ کرام رضی تھے، ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ نیکیوں کے کام قرآن وحدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں کسی قسم کی رائے قیاس کا اُن میں کوئی دخل نہیں، ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے۔ اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے۔ جو حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے مرنے پر اُس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن تین چیزیں، نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرتی رہے، یا وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے یا وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جاتا رہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میّت کی سعی اور اُس کی کوشش اور اسی کا عمل ہیں یعنی کسی اور کے عمل کا اجر اسے نہیں پہنچ رہا۔ [illegible]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) مفسر القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد عکرمہ کی رائے میں آیت لیس للانسان الا ما سعیٰ قوم ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اُن کی قوم میں ایسا تھا کہ کسی کا حسن عمل دوسرے کے لئے مفید نہیں تھا ورنہ امت محمدیہ علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ حکم نہیں اس امت میں ایک کا حسن عمل دوسرے کے لئے مفید ہے تفسیر مظہری میں ہے کہ۔ قال عکرمۃ انہا خاصۃ بقوم ابراہیم وموسیٰ فاما ھذہ الامۃ فلہا ما سعت وما سعیٰ لہا"

بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ آیت میں "الانسان" سے صرف کافر مراد ہے یعنی کفار دوسرے کے اعمال سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بہر حال یہ تو دلائل ہیں امام شافعی کے جواب میں اور رہے اور وہ دلائل جو ایصال ثواب کے مفید ہونے کے سلسلہ میں معتبر ہیں ان کی تفصیل یہ ہے محدث ابونعیم نے ایک حدیث حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مومن مرجاتا ہے تو اس پر متعین فرشتے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ "اے بار الٰہا" آپ نے ہمکو اپنے بندہ پر متعین فرما رکھا تھا، ہم اسکے اعمال لکھتے تھے اب آپ نے اس کی روح قبض فرمالی سو ہمکو پھر زمین پر بھیج دیجئے اللہ تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ میری زمین تو ایسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے جو کہ میری تسبیح کرتے ہیں (سو تمہاری ضرورت نہیں) لیکن تم میرے اسی مردہ بندہ مومن کی قبر پر قیام کرو۔ اور میری تسبیح، تہلیل و تکبیر کرتے رہو اور اپنے اس عمل کو مردہ کے اعمال میں درج کرتے رہو"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا عمل مفید ہے دیکھئے فرشتے عمل کریں گے اور شمار ہوگا وہ بندہ مومن کا حسن عمل۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے ہاں تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں ایک صدقہ جاریہ (مثلاً کنواں تیار کرانا، مسافر خانہ بنوانا، سبیل لگانا، مدرسہ جاری کرنا وغیرہ) دوسرے اس کا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ (مثلاً تصانیف، اور تلامذہ کا سلسلہ) یا اولاد صالح جو اپنے والدین کے لئے دعاء مغفرت کرتی ہے" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب قطعاً مفید ہے، کیونکہ حدیث میں اولاد صالح کے ایصال ثواب کو مقبول اور کار آمد والدین کے لئے بتایا گیا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت جمہور امت کے نظریہ کی صحت کا ہو سکتا ہے، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ "بندہ مومن مردہ کا اچانک مقام فردوس بریں میں بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے کہ یا اللہ یہ اچانک کیا معاملہ پیش آیا؟ اس پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیری اولاد کی دعاء مغفرت کی وجہ سے یہ ترقی مرتبہ و درجہ ہوئی۔ اس سے زیادہ صاف حدیث اور کیا ملیگی۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے کہ "مردہ کا حال قبر میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا جو تنکے کے سہارے کا متلاشی ہوتا ہے وہ ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا منتظر رہتا ہے والدین کی طرف سے یا اپنی اولاد کی طرف سے یا اپنے دوست کی جانب سے۔ اور جب یہ اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں تو مردہ کے لئے یہ دعاء دنیا اور ما فیہا سے بھی زیادہ کار آمد اور محبوب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دعاء مغفرت کو قبروں میں بڑھا کر پہاڑوں کی طرح داخل فرماتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ سب سے بڑا ہدیہ مردہ کیلئے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ پر)

میں ہے، سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں حاصل کیا ہو اس کی اپنی کمائی ہو اور انسان کی اولاد بھی اسی کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اُس کے لئے دعا کرتی ہے، وہ دراصل اسی کا عمل ہے۔ اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کے وہ بھی اسی کے عمل کا اثر ہے اور اسی کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ الخ یعنی ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو بھیج چکے اور جو نشان اُن کے پیچھے رہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشاناتِ نیک کا ثواب انھیں پہنچتا رہتا ہے۔ رہا وہ علم جسے اُس نے لوگوں میں پھیلایا اور اس کے انتقال کے بعد بھی لوگ اُس پر عامل اور کاربند رہے، وہ بھی دراصل اُسی کی سعی اور اُسی کا عمل ہے جو اُس کے بعد باقی رہا اور اُسے اُس کا ثواب پہنچتا رہا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ "جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں، اُن سب کے اجر کے مثل اُسے اجر ملتا ہے دراں حالانکہ اُن کے اجر گھٹتے نہیں۔ پھر فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جانچی جائے گی، اس دن اس کا عمل دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا وَقُلِ اعْمَلُوْا الخ یعنی کہدے کہ تم عمل کئے جاؤ، اللہ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے اور عنقریب تم چھپے کھلے کے جاننے والے خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر وہ تمہیں تمہارے اعما سے خبردار کرے گا۔ یعنی ہر نیکی کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا۔ یہاں بھی فرمایا۔ پھر اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) دعا مغفرت ہے، حدیث میں قطعاً تصریح ہے کہ عمل دوسرے کا مفید ہے ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ میری امت امتِ مرحومہ ہے، یہ قبروں میں گناہ لیکر جائیں گے اور پھر مومنین کی دعاؤں کے نتیجہ میں قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث جو کہ بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے حاصل جس کا یہ ہے کہ ایک صا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، میری والدہ نے خودکشی کرلی اور کوئی وصیت انہوں نے نہیں کی اگر اُن کو موقع ملتا تو ضرور کرتیں اب اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو کیا اُن کو فائدہ یا اجر ملیگا؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک انکو اجر پہنچیگا، حدیث میں صاف آگیا کہ دوسرے کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہونچیگا۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا کونسا صدقہ بہتر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ پانی کا انتظام، سو حضرت سعد نے اپنی والدہ کیطرف سے کنواں تیار کرایا۔ طبرانی نے اوسط میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جب کسی مردہ کے لئے ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کو "نور" کی صورت میں طبق میں لیکر مردہ کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے صاحب قبر یہ ہدیہ تمہارے عزیز و اقارب کیجانب سے ہے اس کو قبول کرو۔ مردہ اس کو لیتا ہے اور بہت ہی خوش ہوتا ہے اور دوسرے مردے جو اس کے قریب میں دفن ہیں وہ رنجیدہ ہوتے ہیں کیونکہ انکو انکے اعزہ کی جانب سے کوئی ایسی چیز نہیں پہونچی۔

ایسے ہی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو اپنے والدین کی وفات کے بعد اُن کی طرف سے حج کرے خدا تعالیٰ والدین کو بھی ثواب پہونچاتا ہے اور کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک حدیث میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جو شخص قبرستان میں پہونچے اور دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ثواب پہونچائے تو خدا تعالیٰ تمام قبرستان کے مردوں کو برابر برابر اسکا اجر عنایت فرماتا ہے بہرحال ایک دو نہیں بہت سی احادیث صحیح اس سلسلہ کی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایصال ثواب مردہ کے لئے مفید اور کارآمد ہے انہیں احاد کی کثرت اور صحت کے پیش نظر جمہور امت کی رائے یہی ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کے لئے اور خصوصاً ایصال ثواب مفید ہے لیکن ایصال ثواب قطعاً شرعی حدود میں ہونا چاہیئے۔ شرعی حدود سے باہر ہو کر کوئی کام نہ صرف یہ کہ مفید نہیں بلکہ مضر اور بدعت ہے۔ ایصال ثواب کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبرستان میں جائے مسنون سلام کرے بعد میں اول و آخر درود شریف ایک ایک مرتبہ پڑھے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ پر)

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ㊷ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ㊸ وَاَنَّهٗ هُوَ

اور یہ کہ سب کو آپکے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے

اَمَاتَ وَاَحْيَا ㊹ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ㊺ مِنْ نُّطْفَةٍ

اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر و مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب (رحم میں)

اِذَا تُمْنٰى ㊻ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ㊼ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ㊽

ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ دیکر محفوظ اور

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ㊾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ㊿ وَثَمُوْدَا

باقی رکھتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی۔ اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی کہ ان میں

فَمَاۤ اَبْقٰى (51) وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى (52)

سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھکر ظالم اور شریر تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (53) فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى (54) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (55)

مارا تھا ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا۔ سو تو اپنے رب کی کون کونسی نعمت میں شک (و انکار) کرتا رہے گا

معاد ارشاد ہے کہ لوٹنا آخر خدا ہی کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حضرت معاذؓ نے قبیلۂ بنو اود میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا "اے بنی اود! میں خدا کے پیغمبرؐ کا قاصد بنکر تمہاری طرف آیا ہوں۔ تم یقین کر لو کہ تم سب کا لوٹنا خدا کی طرف ہے پھر یا تو جنت میں پہنچائے جاؤ یا جہنم میں دھکیلے جاؤ۔" بغوی میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں۔" جیسے دوسری حدیث میں ہے "مخلوق پر غور بھری نظریں ڈالو لیکن ذاتِ خالق میں گہرے نہ اترو۔ اُسے عقل و ادراک فکر و ذہن نہیں پا سکتا۔" گو ان لفظوں سے یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔ اُس میں ہے کہ "شیطان کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، اسے کس نے پیدا کیا؟ اور اُسے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو اَعُوْذُ پڑھ لے اور اس خیال کو دل سے دور کر دے[عہ]" سنن کی ایک حدیث میں ہے "مخلوقاتِ خدا میں غور و فکر کرو، لیکن ذاتِ خدا میں غور و فکر نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) سورۂ فاتحہ ایک بار، معوذتین، اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھ کر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ میں نے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب فلاں فلاں مردہ کو پہنچ جائے۔

اور ایسے ہی کھانے پینے کی چیزوں کا ثواب، لیکن فاتحہ مخلوط طریقے یا عرس، قبروں پر اجتماع، رقص و سرود، قوالیاں سب شرعاً ممنوع اور شدید گناہ ہے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

انظر شاہ کشمیری، استاذ دار العلوم دیوبند،

بروز دوشنبہ ۲۶ر صفر سنہ ۹۲ھ

[عہ] دراصل ملعون ابلیس اس کوشش میں رہتا ہے کہ انسان کو کسی طرح اغوا کرے اور غلط راہ پر ڈالدے چنانچہ اس کے لئے وہ ہر وہ راستہ اختیار کرتا ہے جس سے انسان کو گمراہ کرنا ممکن ہو بعض اوقات عمل کی گمراہی کے ساتھ نکر وہ عقیدہ کی گمراہی میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ پر دیکھئے)

کرو. سنو! اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے. جس کے کان کی لو سے لیکر مونڈھے تک تین سو سال کا راستہ ہے اَوْ کَمَا قَالَ پھر فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور اُن کے اسباب بھی اُسی نے پیدا کئے ہیں جو بالکل مختلف ہیں. وہی موت اور حیات کا خالق ہے جیسے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ. اس نے موت و حیات کو پیدا کیا، اسی نے نطفے سے ہر جاندار کو جوڑا بنایا جیسے دوسری جگہ فرمان ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ہ الخ کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بستہ خون نہ تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اُس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے گیا (ایسی قدرتوں والا) خدا اس بات پر قادر نہیں؟ کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ پھر فرماتا کہ وہی دوبارہ زندہ کرے گا. جیسے اُس نے ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش بھی اسی کے ذمہ ہے اُسی نے اپنے بندوں کو غنی بنا دیا ہے اور مال اُن کے قبضہ میں دیدیا ہے. جو اُن کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے، اکثر مفسرین کے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے گو بعض سے منقول ہے کہ اُس نے مال دیا اور غلام دیے. اس نے دیا اور خوش ہوا، اسے غنی کر کے اور مخلوق کو اس کا دست نگر بنا دیا جسے چاہا غنی کیا، جسے چاہا فقیر، لیکن یہ پچھلے دونوں قول الفاظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے. "شعریٰ" اُس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزا بھی کہتے ہیں. بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے[عہ]. عادِ اولیٰ یعنی قوم ہود کو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے اُسی نے ان کو طغیان کی بنا پر تباہ کر دیا جیسے فرمایا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ہ الخ یعنی تو نے کیا نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد آور تھے، جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا. یہ قوم بڑی قوی اور بڑی زور آور تھی، ساتھ ہی خدا کی بڑی نافرمان اور رسول سے بڑی سرتاب تھی، ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا. اسی طرح ثمودیوں کو بھی اُس نے ہلاک کر دیا جس میں سے ایک بھی باقی نہ بچا، اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی ہے جو بڑے ناانصاف اور شریر تھے. اور لوط کی بستیاں جنہیں خدائے قہار نے زیر و زبر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا. انہیں ایک چیز نے ڈھانپ لیا یعنی پتھروں نے، جن کا مینہ ان پر برسا اور بُرے حالوں تباہ ہوئے ان بستیوں میں چار لاکھ آدمی آباد تھے. آبادی کی کل زمین آگ اور گندھک اور تیل بنکر اُن پر بھڑک اُٹھی. حضرت قتادہؓ کا یہی قول ہے جو بہت غریب سند سے ابن ابی حاتم میں موجود ہے پھر فرمایا. پھر تو اے انسان اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ بعض کہتے ہیں یہ خطاب نبی صلعم سے ہے لیکن خطاب کو عام رکھنا بہت بہتر ہے. امام ابن جریرؒ بھی عام رکھنے کو ہی پسند فرماتے ہیں.

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۲۶﴾ لَيْسَ لَهَا

یہ پیغمبر بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ان کو ان سا سمجھو) وہ جلدی آنیوالی چیز قریب آ پہنچی ہے کوئی غیر اللہ

(بقیہ حاشیہ نمبر ۳۵) مبتلا کرتا ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ جس کی کوئی نظیر اور مثل نہیں کہ خود ہی ارشاد ہے. لیس کمثلہ شیئ" ان کے بارے میں طرح طرح کے وساوس قلب میں ڈالتا ہے کبھی اُنکی حقیقت کا دریافت کا وسوسہ پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے کچھ اور حالانکہ انہوں نے کبھی بھی اسکا مکلف نہیں کیا کہ انکی ذات و حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کیجائے. آخر آپ مانتے ہیں یا نہیں کہ سعودی حجاز کا ایک بادشاہ ہے حالانکہ کتنوں نے آپ میں سے اُن کو دیکھا ہے؟ اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ان مسائل میں الجھنا قطعاً شیطانی وسوسہ ہے جن سے آپ کے عقیدہ و عمل اور نجات کو کوئی تعلق نہیں.

[عہ] شعریٰ کے متعلق سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ سب سے زیادہ روشن ستارہ ہے. اس کی پرستش نہ صرف عرب میں بلکہ رومی اور یونانی قوم میں بھی ہوتی رہی، خدا تعالیٰ نے خصوصیت کیساتھ "شعریٰ" کا ذکر فرما کر ستارہ پرستی کے تمام ہی بیہودہ مشاغل پر بھرپور تنقید و تردید فرما دی.

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝۲۶ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝۲۷

اس کا ہٹانے والا نہیں ۔ سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سنکر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝۲۸ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ○ فَاسْجُدُوْا

ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو سو اللہ کی اطاعت کرو اور

لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝۳۰ ع

(اس کی بلا شرکت) عبادت کرو

قیامت

یہ خوف ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی رسالت بھی ایسی ہی ہے۔ جیسی آپ سے پہلے رسالت تھی جیسے اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ. یعنی میں کوئی نیا رسول تو ہوں نہیں، رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول اللہ آ چکے ہیں۔ قریب آنے والی کا وقت آ لگا۔ یعنی قیامت قریب آگئی، نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے ٹھیک وقت متعین کا کسی کو علم ہے۔ نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں۔ مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراونی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈرا اور خوف کی خبر سنانے والا۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ میں تمہیں سخت عذاب سے مطلع کرنے والا ہوں۔ حدیث میں ہے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں دوڑا بھاگا آجائے اور قوم کو دفعۃً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے فوراً تدارک کر لو اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں۔ جیسے کہ اس کے بعد کی سورت میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ. قیامت قریب آ چکی، مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو! گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو سنو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اترا سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے، تو گو ہر ایک پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب وہ سب جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیگیں کی دیگیں پک جائیں اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیا جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا۔ میری اور قیامت کی مثال دو گھوڑوں کی سی ہے۔ میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو طلایہ پر بھیجا اس نے دشمن کے لشکر کو بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کے لئے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہیں کپڑا ہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتلا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر موجود ہے پس میں ایسا ہی ڈرانے والا ہوں۔ اس حدیث کی تائید میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پرواہی برتتے ہیں۔ بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں، چاہیے یہ تھا کہ ایمان داروں کی طرح اسے سن کر روتے، عبرت حاصل کرتے، جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ شریف کو سن کر روتے دھوتے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خشوع و خضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سمد گانے کو کہتے ہیں یمنی لغت ہے، آپ سے سامدون کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی منقول ہیں، حضرت علیؓ اور حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غفلت کرنے والے پھر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ توحید و

اخلاص کے پابند رہو خضوع خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضورؐ نے اور آپ کے مسلما نے اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سورۃ النجم کے سجدے کے موقعہ پر سجدہ کیا۔ مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ النجم پڑھی پس آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ کے پاس تھے، راوی حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔ اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے سورۂ نجم کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (قمر) مکیہ

ابو واقد کی روایت سے پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحی اور عید الفطر کی نماز میں سورۂ قٓ اور سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح بڑی بڑی محفلوں میں بھی آپ ان دونوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں وعدے وعید کا ابتدائے آفرینش اور دوبارہ زندگی کا ساتھ ہی توحید اور اثباتِ رسالت وغیرہ اہم مقاصدِ اسلامیہ کا ذکر ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③

یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے، ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

اور ان لوگوں کے پاس (اقوام ماضیہ کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ انہیں (کافی) عبرت ہے (یعنی) اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہو سکتی ہے) سو ان کی کیفیت یہ ہے کہ خوف دلانے والی چیزیں

تُغْنِ النُّذُرُ ⑤

ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں۔

شق قمر

اللہ تعالیٰ قیامت کے قرب کی اور دنیا کے خاتمہ کی اطلاع دیتا ہے، جیسے اور آیت میں ہے اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ کا امر آچکا اب تو اس کی طلب کی جلدی چھوڑ دو، اور فرمایا اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ الخ لوگوں کے حساب کا وقت آپہنچا اور وہ اب تک غفلت میں ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت سی ہیں۔ بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سورج کے ڈوبنے کے وقت جب کہ وہ تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خطبہ دیا جس میں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا کے گذرے

ہوئے حصے میں اور باقی ماندہ حصے میں وہی نسبت ہے جو اس دن کے گذرے ہوئے اور باقی بچے ہوئے حصے میں ہے، اس حدیث کے راویوں میں حضرت خلف بن موسیٰ کو ابن حبان ثقہ راویوں میں گنتے تو ہیں لیکن فرماتے ہیں کبھی کبھی خطا بھی کر جاتے تھے، دوسری روایت جو اس کی تقویت بلکہ تفسیر بھی کرتی ہے وہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے کہ عصر کے بعد جب کہ سورج بالکل غروب کے قریب ہو چکا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری عمریں گذشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہیں جتنا یہ باقی دن گذرے ہوئے دن کے مقابلہ میں ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے اپنی کلمہ کی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ قریب تھا وہ مجھ سے پہلے آجائے، ولید بن عبدالملک کے پاس جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تو اس نے قیامت کے بارے کی حدیث کا سوال کیا جس پر آپ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ تم اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہو، اس کی شہادت اس حدیث سے ہو سکتی ہے جس میں آپ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام عاشر آیا ہے اور حاشر وہ ہے جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو، حضرت بہز کی روایت ہے کہ حضرت عتبہ بن غزوان رضؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور کبھی کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سناتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا دنیا کے خاتمہ کا اعلان ہو چکا یہ پیٹھ پھیرے بھاگی جا رہی ہے اور جس طرح برتن کا کھانا کھا لیا جائے اور کناروں میں کچھ باقی لگا لپٹا رہ جائے۔ اسی طرح دنیا کی عمر کا کل حصہ نکل چکا صرف برائے نام باقی رہ گیا ہے۔ تم یہاں سے ایسے جہان کی طرف جانے والے ہو جسے فنا نہیں پس تم سے جو ہو سکے بھلائیاں اپنے ساتھ لے کر جاؤ، سنو ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو برابر ستر سال تک نیچے کی طرف جاتا رہے گا۔ لیکن تلے تک نہ پہنچے گا خدا کی قسم جہنم کا یہ گہرا گڑھا انسانوں سے پُر ہونے والا ہے تم اس پر تعجب نہ کرو ہم نے یہ ذکر بھی سنا ہے کہ جنت کی چوکھٹ کی دو لکڑیوں کے درمیان چالیس سال کا راستہ ہے اور وہ بھی ایک دن اس قدر پُر ہو گی کہ بھیڑ نظر آئے گی الخ (مسلم) ابو عبدالرحمن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدائن گیا اور بستی سے تین میل کے فاصلے پر ہم ٹھیرے جمعہ کے لئے میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطیب تھے آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو سنو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ بے شک قیامت قریب آچکی ہے بے شک چاند پھٹ گیا ہے، آج کا دن کوشش اور تیاری کا ہے کل تو دوڑ بھاگ کر کے آگے بڑھ جانے کا دن ہو گا۔ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کیا کل دوڑ ہو گی؟ جس میں آگے نکلنا ہو گا؟ میرے باپ نے مجھ سے فرمایا تم نادان ہو یہاں مراد نیک اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ہے۔ دوسرے جمعہ کو جب ہم آئے تو بھی حضرت حذیفہؓ کو یہی فرماتے ہوئے سنا اس کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ غایت آگ ہے اور سابق وہ ہے جو جنت میں پہلے پہنچ گیا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ذکر ہے جیسے کہ متواتر حدیثوں میں صحت کیساتھ ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں چیزیں۔ دم دھواں لزام لبطشہ اور چاند کا پھٹنا یہ سب گذر چکا ہے، اس بارے کی حدیثیں۔ سنئے[عہ]۔ مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب

[عہ] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات نہایت مشہور ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور معجزہ قرآن مجید کے بعد، شق قمر کا ہے، جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابؐ کا قیام ابھی مکہ میں ہی تھا ایک مرتبہ آپؐ غالباً حج کے ارادہ سے منیٰ میں مقیم تھے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ پیش آیا۔ ان آیات میں اسی عظیم معجزہ کا ذکر ہے خدا تعالیٰ کی غیر محدود اور وسیع طاقتوں پر یقین رکھنے والے، تو ظاہر ہے کہ بلا تامل اس معجزہ کو تسلیم کر ہی لیں گے، لیکن انکار کرنے والے، ذرا سوچیں کہ کل تک کیا اس کو کوئی تسلیم کر سکتا تھا کہ چاند پر آدمی پہونچ جائے گا؟ یا چاند پر برف اور پانی کے کافی ذخیرے موجود ہیں، ابھی تک نہ چاند پر آدمی پہونچا اور نہ ہی برف اور پانی کے ذخائر کا پتہ چل سکا تاہم چند سائنسدانوں کے کہنے پر دنیا یقین کر رہی ہے لیکن افسوس کہ خدا تعالےٰ کی باتوں پر اور خبروں پر یقین نہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰ پر دیکھئے)

کیا جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا جس کا ذکر ان دونوں آیتوں میں ہے۔ بخاری میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھا دیئے ایک حرا کے اس طرف ایک اُس طرف مسند میں ہے ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ لیکن سمجھداروں نے کہا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا، اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ اور روایتیں بھی بہت سی ہیں ابن عباسؓ سے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں چاند گہن ہوا کافر کہنے لگے چاند پر جادو ہوا ہے اس پر یہ آیتیں مُّسْتَمِرٌّ تک اتریں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب چاند پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے پیچھے اور ایک آگے اُس وقت حضورؐ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ مسلم اور ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ نے فرمایا دیکھو یاد رکھنا اور گواہ رہنا، آپ فرماتے ہیں اُس وقت حضورؐ اور ہم سب منیٰ میں تھے، اور روایت میں ہے کہ مکہ میں تھے، ابو داؤد طیالسیؒ میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا جادو ہے لیکن سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے، لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا، اب جو لوگ سفر سے آئیں اُن سے دریافت کرنا کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا چنانچہ جب وہ آئے اُن سے پوچھا، انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آکر یہی کہیں تو حضورؐ کی سچائی میں کوئی شک نہیں، اب جو باہر سے آیا جب کبھی آیا، جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں پہاڑ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر تم گواہ رہنا، اور مشرکین نے اس زبردست معجزے کو بھی جادو کہہ کر ٹال دیا، اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ یہ جب دلیل حجت اور برہان دیکھتے ہیں سہل انکاری سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے اور مانتے نہیں۔ بلکہ حق کو جھٹلا کر احکامِ نبوی کے خلاف اپنی خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اپنی جہالت اور کم عقلی سے باز نہیں آتے۔ ہر امر مستقر ہے۔ یعنی خیر خیر والوں کے ساتھ اور شر شر والوں کے ساتھ، اور یہ بھی معنی ہیں کہ قیامت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) کیا جا سکتا، ظاہر ہے کہ کسی بھی واقعہ کا ثبوت جو پہلے گزر چکا تاریخ ہی سے مل سکتا ہے، آپ تاریخی روایات پر ایک نظر ڈال لیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ معجزہ شق القمر کا انکار کس حد تک صحیح ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ

"یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہجرت سے پانچ سال پہلے پیش آیا۔ اور شق کے سلسلہ کی صحیح احادیث بکثرت موجود ہیں، شرح مواقف میں تو اس واقعہ کی خبر کو متواتر کہا گیا ہے۔ ابن السبکی کی بھی یہی رائے ہے۔ ابن السبکی کہتے ہیں کہ قرآن کی تصریح اور احادیث کی کثرت کے پیش نظر اب اس کو متواتر کہنے میں کوئی تامل نہیں۔

جصاص نے لکھا ہے

"کہ یہ واقعہ تواتر سے نقل ہوا اور کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا"

سیدنا المولانا محدث اعظم انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فیض الباری شرح بخاری میں تحریر فرمایا ہے کہ

"آج اجرام سماویہ میں چرنا، پھٹنا، ٹوٹنا، گرنا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا سب کچھ ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے اب اس معجزہ کا انکار کیسے صحیح ہو گا۔ اس کے علاوہ، ہم دیکھتے ہیں کہ سورج گرہن باوجودیکہ دن ہی میں پیش آتا ہے تاہم بعض اوقات گرہن کا پتہ تک نہیں چلتا اور یہ کیفیت گرہن کی ہو کر ختم بھی ہو جاتی ہے۔ تو معجزہ شق القمر جبکہ رات کو پیش آیا اور بالعموم رات کے واقعات عام مطالعہ سے چھوٹ جاتے ہیں تو اگر فرض کرو یہ واقعہ کسی سے بھی نقل نہ ہوتا اور اس کا ذکر صرف قرآن و حدیث ہی میں ہوتا تو بھی اس کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے علاوہ ازیں تاریخ فرشتہ میں (بقیہ صفحہ ۴۱ پر دیکھئے)

دن ہر ہر واقع ہونے والا ہے۔ اگلے لوگوں کے وہ واقعات جو دل کو ہلا دینے والے اور اپنے اندر کامل عبرت رکھنے والے ہیں اُن کے پاس آ چکے ہیں، اُن کی تکذیب کے سلسلہ میں اُن پر جو بلائیں اُتریں اور ان کے جو قصے ان تک پہنچے وہ سراسر عبرت و نصیحت کے خزانے ہیں اور وعظ و ہدایت سے پُر ہیں، اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرے اور جسے چاہے گمراہ کرے اس میں بھی اس کی حکمت بالغہ موجود ہے اُن پر شقاوت لکھی جا چکی ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے انہیں کوئی ہدایت پر نہیں لا سکتا، جیسے فرمایا قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اللہ تعالیٰ کی دلیلیں ہر طرح کامل ہیں اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر لا کھڑا کرتا اور جگہ ہے فَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ بے ایمانوں کو کسی معجزے نے اور کسی ڈرنے اور ڈر سنانے والے نے کوئی نفع نہ پہنچایا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ

وقف لازم

تو آپ اُن کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجیے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلا دے گا، انکی آنکھیں مارے ذلت کے جھکی

مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِيْنَ إِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ

ہوئی ہوں گی (اور) قبروں سے اسطرح نکل رہے ہونگے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے۔ (اور پھر تکنکی) بلانے والے کیطرف دوڑے چلے جا رہے ہوں گے کافر

هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾

کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے

سخت دن

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی تم ان کافروں کو جن کے لئے معجزہ وغیرہ بھی مفید نہیں چھوڑ دو ان سے منہ پھیر لو اور انہیں قیامت کے انتظار میں رہنے دو۔ اس دن انھیں حساب کی جگہ ٹھیرنے کے لئے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ جو ہولناک جگہ ہوگی جہاں بلائیں اور آفتیں ہوں گی۔ ان کے چہروں پر ذلت اور کمینگی برس رہی ہوگی۔ ندامت کی وجہ سے آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی ہونگی اور قبروں سے نکلیں گے پھر جس طرح ٹڈی دل چلتا ہے اسی طرح یہ بھی انتشار و سرعت کے ساتھ میدان حساب کی طرف بھاگیں گے پکارنے والے کی پکار پر کان ہوں گے اور تیز تیز چل رہے ہوں گے، نہ مخالفت کی تاب ہے نہ دیر لگانے کی طاقت۔ اُس سخت ہولناکی کے سخت دن کو دیکھ کر کافر چیخ اٹھیں گے کہ یہ تو بڑا بھاری اور بے حد سخت دن ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾

ان لوگوں سے پہلے قوم نوحؑ نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندے (خاص نوحؑ) کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوحؑ کو دھمکی دی گئی۔

(بقیہ صفہ ۳۹ ملاحظہ ہو) مذکور ہے کہ ہندوستان میں راجہ دجپال نے بھی شق القمر دیکھا تھا یہی وہ راجہ ہے جس کے نام پر بھوپال کی ریاست آباد ہوئی۔ (انظر شاہ کشمیری)۔

ے خدا تعالیٰ کسی بھی حقیقت کو سمجھانے کے لئے ایسی ہی تعبیرات اختیار فرماتے ہیں جن سے حقائق ہمارے لئے کسی درجہ میں قریب الفہم ہو جائیں وہ ہماری جانی پہچانی کیفیات سامنے لاکر ہمکو حقائق سمجھانے کے خوگر ہیں چنانچہ میدان حشر میں پوری کائنات جسطرح میدان حشر میں آگے کیطرف بڑھ رہی ہوگی اس کی کثرت اور ہجوم کو سمجھانے کیلئے ٹڈی دل کے چھا جانے کا منظر ہمارے سامنے پیش کیا جو منٹ کے منٹ میں فضا سے آسمان پر اسطرح چھا جاتا ہے کہ فضا تھوڑی دیر کے لئے تیرہ و تاریک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ دن کی روشنی بھی باقی نہیں رہتی امریکہ میں ایک مرتبہ ٹڈی دل نے حملہ کیا تھا تو تین میل چوڑا اور ساٹھ میل لمبا دل تھا

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪

تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔ پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑫ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ

اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (حکم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں

اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ⑬ تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ⑭ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً

والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین کے) سوار کیا یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کیلئے کیا جسکی بیقدری کی گئی تھی۔ اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کیواسطے رہنے دیا

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ⑯ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰

آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے۔

طوفان نوح

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس امت سے پہلے امت نوح نے بھی اپنے نبی کی جو ہمارے بندے حضرت نوحؑ تھے تکذیب کی ان کو مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا ڈپٹا اور دھمکایا، صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح اگر تم باز نہ رہے تو ہم تجھے پتھروں سے مار ڈالیں گے، ہمارے بندے اور رسول حضرت نوحؑ نے ہمیں پکارا کہ پروردگار میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں میں کسی طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کر سکتا ہوں، تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے، ان کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس کافر قوم پر مشہور طوفان نوح بھیجا گیا۔ موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے ابلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھول دیئے گئے یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل رہی تھی۔ ہر طرف پانی بھر گیا تھا۔ نہ آسمان سے برسنا موقوف ہوا نہ زمین سے ابلنا اور اس طرح ایک طے شدہ فیصلہ ہو کر رہا۔ ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے۔ لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ اور عذاب خدا پانی کی شکل میں برس رہا تھا نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے بعد کبھی ایسا برسے، ادھر سے آسمان کی یہ رنگت ادھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیئے گئے اور ان میں سے براہ راست پانی برسا، اس طوفان سے ہم نے اپنے بندے کو بچا لیا انھیں کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں میں کیلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ دُسُر کے معنی کشتی کے بائیں کا حصہ اور ابتدائی حصہ جس پر موج تھپیڑے مارتی ہے، اور اس کے جوڑ اور اس کی اصل کے بھی کئے گئے ہیں وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح وسالم جا رہی تھی۔ حضرت نوحؑ کی مدد میں کفار سے یہ انتقام تھا، ہم نے اس واقعہ کو بطور عبرت نشانی کے طرح چھوڑ دیا یعنی اس کشتی کو بطور عبرت کے باقی رکھا، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی اسے دیکھا ہے، لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی کے نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں جیسے اور آیت میں ہے وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ یعنی ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا اور کشتی کے مانند اور بھی ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں عہ۔ اور جگہ ہے اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ الخ یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تاکہ تمہارے لئے نصیحت وعبرت ہو اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں، پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟

عہ صاف اشارہ ہے آج کے دن کے بحری، دخانی، آدم بردار، سامان بردار اور سینکڑوں قسم کے جہازوں کی جانب جو پانی پر چل رہے ہیں (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُدَّکِر پڑھایا ہے، خود حضورؐ سے بھی اس لفظ کی قرأت اسی طرح منقول ہے۔ حضرت اسودؒ سے سوال ہوتا ہے کہ یہ لفظ دال سے ہے یا ذال سے؟ فرمایا میں نے عبداللہؓ سے دال کے ساتھ سُنا ہے اور وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دال کے ساتھ سنا ہے۔ پھر فرماتا ہے میرا عذاب میرے ساتھ کفر کرنے اور میرے رسولوں کو جھوٹا کہنے اور میری نصیحت سے عبرت نہ حاصل کرنے والوں پر کیسا ہوا؟ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کے دشمنوں سے بدلہ لیا؟ اور کس طرح ان دشمنانِ دینِ حق کو تہس نہس کر دیا۔ ہم نے قرآن کریم کے الفاظ و معانی کو ہر اس شخص کے لئے آسان کر دیا ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے، جیسے فرمایا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا الخ ہم نے تیری طرف یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور اس لئے کہ عقلمند لوگ یاد رکھ لیں، اور جگہ ہے فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ الخ یعنی ہم نے اسے تیری زبان پر اس لئے آسان کیا ہے کہ تو پرہیزگار لوگوں کو خوشی سنا دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اس کی قرأت اور تلاوت اللہ تعالیٰ نے آسان کر دی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اس میں آسانی نہ رکھ دیتا تو مخلوق کی طاقت نہ تھی کہ اللہ عزّ وجل کے کلام کو پڑھ سکے۔ میں کہتا ہوں انہی آسانیوں میں سے ایک آسانی وہ ہے جو پہلے حدیث میں گذر چکی کہ یہ قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے تمام طرق و الفاظ ہم نے پہلے جمع کر دیئے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اس قرآن کو بہت ہی آسان کر دیا ہے کوئی طالب علم جو اس خدائی علم کو حاصل کرے جو بالکل آسان ہے؟ عٰه

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ⑱ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو (اس کا قصہ سنو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے اُن پر ایک تند ہوا بھیجی

فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ⑲ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ⑳ فَكَيْفَ

ایک دوامی نحوست کے دن میں وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو دیکھو

كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ㉑ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ㉒ ع ۱/۲ ۸

میرا عذاب اور ڈرانا کیسا (ہولناک) ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

برفانی ہواؤں کے جھکڑ

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اُتر آئے، تو اُن پر سخت ٹھنڈی عٰه مہلک ہوا بھیجی گئی۔ وہ دن اُن کے لئے سراسر منحوس تھا، برابر اُن پر ہوائیں چلتی رہیں اور انہیں تہ و بالا کرتی رہیں، دنیوی اور اُخروی عذاب میں گرفتار کر لئے گئے۔ ہوا کا جھونکا آتا ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا یہاں تک کہ زمین والوں کی حدِ نظر سے وہ بالا ہو جاتا پھر اُسے زمین پر اوندھے مُنہ پھینک دیتا سر کچل جاتا بھیجا نکل پڑتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) اور جن کی نئی نئی شکلیں قیامت تک ہمارے سامنے آتی رہیں گی۔ . . . .

. . . . عٰه یعنی قرآنی مضامین سے عبرت، موعظت، نصیحت اور تذکیر حاصل کرنا بالکل آسان و سہل ہے لیکن اس کے حقائق پر اطلاع مسائل کا استنباط، نکات پر واقفیت مضامین سے کامل تبحر نہایت دقیق اور اہم ترین فن ہے جس کے لئے مخصوص علوم طویل مطالعہ، نیک نیتی، تقویٰ و اخلاص جیسی شرائط ہیں اب اسی آیت کو دیکھ کر جدید تعلیم یافتہ دو چار عربی لفظ سیکھ کر کہتا ہے کہ قرآن ہم بھی سمجھ سکتے ہیں قرآن فہمی کوئی علماء کی مخصوص اجارہ داری نہیں وہ استدلال میں استعمال کرتے ہیں ایسی ہی آیات کو اور نہیں سمجھتے کہ قرآن کے آسان ہونے کا مطلب کیا ہے عٰه آج بھی سردی کے زمانہ میں جبکہ کڑاکے کے جاڑے، پالا، اور ساتھ ہی برفانی ہوائیں چل پڑیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵ پر)

سر الگ دھڑ الگ، ایسا معلوم ہوتا گویا کھجور کے درخت کے بن سرے ٹھنڈ ہیں، دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے تو اس قرآن کو آسان کر دیا جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کرے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ① فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ

ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی

ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ② ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ③

اور (بلکہ) جنون میں پڑ جاویں۔ کیا ہم سب میں سے (منتخب ہو کر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ④ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائیگا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔ ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے سو انکو

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ⑤ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ⑥

دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا۔ اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ⑦ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ⑧ اِنَّآ اَرْسَلْنَا

سو انہوں نے اپنے رفیق (قدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مار ڈالا سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ

عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ⑨ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

(فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا اور ہم نے قرآن کو نصیحت

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑩

حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

ایٹمی دھماکے

ثمودیوں نے رسول خدا حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے کہ ہم ہمیں میں سے ایک شخص کے تابعدار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں سے صرف اسی ایک پر خدا کی باتیں نازل ہوں۔ پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی اللہ کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور بہت جھوٹا کہا بطور ڈانٹ کے اللہ تعالے فرماتا ہے اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ ہم نے نبی کو مطلع کیا کہ ان کی آزمائش کے لئے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں، چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چکلے چوڑے اعضا والی گیابھن اونٹنی نکلی، اور اللہ تعالے نے اپنے نبی سے فرمایا کہ تم اب دیکھتے ہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اور ان کی مصیبت پر صبر کرو دنیا اور آخرت میں انجام کار غلبہ آپ ہی کا رہے گا، اب ان سے کہدیجئے کہ پانی پر ایک دن تو ان کا ہے اور ایک دن اس اونٹنی کا جیسے اور آیت میں ہے لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ہر باری موجود کی گئی ہے یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو اس کا دودھ حاضر ہے، انہوں نے بل جل کر اپنے رفیق

(بقیہ صفحہ ۵۰) کتنے ہی سڑکوں پر تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہیں اور بہت سے زمہریر کی شدت سے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

قدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بدبخت تھا، جیسے اور آیت میں ہے اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا۔ ان کا بدترین آدمی اٹھا، اس نے آ کر اسے پکڑا اور زخمی کیا، پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا ہم نے بھی پورا بدلہ لیا، اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑ اڑا کر ختم ہو جاتے ہیں انھیں بھی ہم نے بے نام و نشان کر دیا، خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انھیں بھی برباد کر دیا، یا یہ مطلب ہے۔ کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک کانٹوں دار باڑے میں رکھ لیا کرتے تھے۔ جب اس باڑھ کو روندھ دیا جائے[عہ] اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہو گئی کہ ایک بھی نہ بچا نہ بچ سکا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پرزے پرزے اکھڑ گئے یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیر میں ہیں لیکن اول اقوی ہے۔ واللہ اعلم۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ⑪ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ⑫

قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ انکو اخیر شب میں بچا لیا

نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ⑬ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا

اپنی جانب سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اور (قبل عذاب آنیکے) لوط نے انکو ہمارے دار و گیر سے

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ⑭ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا

ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے اور ان لوگوں نے لوط سے انکے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا سو ہم نے انکی آنکھیں چوپٹ کر دیں کہ لو میرے

عَذَابِي وَنُذُرِ ⑮ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ⑯ فَذُوقُوا عَذَابِي

عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اسوقت واقع ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ان پر عذاب دائمی آپہنچا (اور ارشاد ہوا) کہ لو میرے عذاب اور

وَنُذُرِ ⑰ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ⑱

ڈرانے کا مزہ چکھو، اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

مخصوص قسم کے بم

لوطیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا جسے ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا یعنی اغلام بازی اسی لئے ان کی ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی نئی اختیار کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اوندھی مار دیں، اور ان پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے، مگر لوط کی ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچا لیا انھیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ، حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا یہاں تک کہ خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ ہی تھی قوم میں سے بھی ایک شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الٰہی سے بھی کوئی نہ بچا آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ساتھ ہلاک ہوئی صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچا لئے گئے۔ شاکروں کے خدا اسی طرح بُرے اور اڑے وقت میں کام آتا ہے، اور انھیں ان کی شکرگزاری کا پھل دیتا ہے، عذاب کے آنے سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام انھیں آگاہ کر چکے تھے لیکن انہوں نے توجہ تک نہ کی بلکہ شک شبہ اور جھگڑا کیا۔ اور ان کے مہمانوں سے انھیں حکم دینا چاہا حضرت جبرئیل حضرت

[عہ] عرب میں دستور تھا کہ جنگلات کے ارد گرد، کانٹوں کی باڑ لگا دیتے، لیکن کچھ مدت کے بعد یہ کانٹے سوکھ جاتے اور ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوتے اور گر کر جمع ہو جاتے اور پھر جب ہوائیں چلتیں تو یہ ذرات اڑ کر ادھر ادھر منتشر ہو جاتے اسی منظر کو سامنے لا کر عرب والوں کو سمجھایا گیا (بقیہ صفحہ ۴۹ پر)

میکائیل حضرت اسرافیلؑ وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں میں حضرت لوطؑ کے گھر مہمان بن کر آئے تھے۔ نہایت خوبصورت چہرے پیاری پیاری شکلیں اور عنفوانِ شباب کی عمر۔ ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوطؑ کے گھر اُترے، اُن کی بیوی نے جو کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں اُن لوگوں کو اغلام کی بدعادت تو تھی ہی دوڑ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا۔ حضرت لوطؑ نے دروازے بند کر لئے انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا شام کا وقت تھا حضرت لوطؑ انہیں سمجھا رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں یعنی تمہاری جوروئیں موجود ہیں۔ تم اس بدفعلی کو چھوڑ دو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن اُن سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی خواہش نہیں ہمارا جو ارادہ ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں تم ہمیں اپنے مہمان سونپ دو جب اسی بحث مباحثہ میں بہت وقت گزر چکا اور وہ لوگ مقابلہ پر تُل گئے اور حضرت لوطؑ بے حد تنگ ہو گئے، تب حضرت جبرئیل علیہ السلام باہر نکلے اور اپنا پر اُن کی آنکھوں پر پھیرا جس سے سب اندھے ہو گئے آنکھیں بالکل جاتی رہیں، اب تو حضرت لوطؑ کو بُرا کہتے ہوئے اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے لیکن صبح کے وقت ہی ان ان پر عذاب خدا آگیا جس سے نہ بھاگ سکیں نہ اس سے پیچھا چھڑا سکیں، عذاب کے مزے اور انذار کی طرف دھیان نہ کرنے کا وبال انہوں نے چکھ لیا، یہ قرآن تو بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کر سکتا ہے کوئی ہے بھی جو اس سے پند و وعظ حاصل کرلے

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ① كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ

اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانیکی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو جھٹلایا سو ہم نے ان کو زبردست قدرت کا پکڑنا

عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ② اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ③ اَمْ

پکڑا کیا تم میں جو کافر ہیں ان میں ان (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے۔ یا یہ

يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ④ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ⑤ بَلِ

لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے۔ عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ قیامت

السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ⑥

ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔

قوم فرعون

فرعون اور اُس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ اُن کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بشارت اور انذار لیکر آتے ہیں بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں خدا کی طرف سے انھیں دی جاتی ہیں، جو اُن کی نبوت کی حقانیت پر پوری پوری دلیل ہوتی ہیں، لیکن یہ فرعونی اُن سب کو جھٹلاتے ہیں جس کی نحوست میں ان پر عذاب خدا نازل ہوتے ہیں اور بالکل ہی بھُس اڑا دیا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ جب وہ تم سے بڑی جماعت والے زیادہ قوت والے ہو کر ہمارے عذاب سے نہ بچ سکے تو بھلا تم کیا چیز ہو۔؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟ کہ اُن کے کفر پر انھیں تو عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کئے جاؤ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) کوشش کی جو قرآن مجید کے اول مخاطب ہیں۔

۵۷ محققین نے کہا ہے کہ نبی کے گھر میں کافرہ آسکتی ہے لیکن ایک بدکار یا زانیہ نبی کے نکاح میں نہیں آسکتی کیونکہ قرآنی اصول ہے کہ الطیبات للطیبین والخبیثات للخبیثین یہ عورت بوجہ کفر کے اسطرح کے اقدام کرتی تھی لیکن شناعت کار نہیں تھی۔

نہیں کوئی سزا نہ دی جائے؟ پھر فرماتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں، آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں کوئی برائی ہماری کثرت اور جماعت کی وجہ سے نہیں پہنچی گی؟ اگر یہ خیال ہو تو انھیں یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کی یہ یک جہتی توڑ دی جائے گی ان کی جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے گا انھیں ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھریں گے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بدر والے دن اپنے ڈیرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرما رہے تھے اے اللہ میں تجھے تیرا عہد و پیمان یاد دلاتا ہوں اے اللہ اگر تیری تقدیر یہی ہے کہ آج کے دن کے بعد سے تیری عبادت وحدانیت کے ساتھ زمین پر کی ہی نہ جائے بس اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ بس کیجئے آپ نے بہت الحاح کر لی، اب آپ اپنے خیمے سے باہر آئے اور زبان پر یہ دونوں آیتیں سَیُہْزَمُ الخ جاری تھیں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس آیت کے اُترنے کے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اس وقت مراد کون سی جماعت ہوگی؟ جب بدر والے دن میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ زرہ پہنے ہوئے اپنے کیمپ سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے اُس دن میرے سمجھ میں اس کی تفسیر آگئی۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری چھوٹی سی عمر تھی اپنی ہمجولیوں میں کھیلتی پھرتی تھی اس وقت یہ آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ الخ اُتری ہے۔ یہ روایت بخاری میں فضائل القرآن کے موقعہ پر طویل آچکی ہے۔ مسلم میں یہ حدیث نہیں۔

وقف لازم

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ⑦ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُ

یہ مجرمین (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو ان

جُوْھِھِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ⑧ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ⑨ وَمَا

سے کہا جاوے گا کہ دوزخ کی آگ کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا اور ہمارا حکم

اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ⑩ وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا اَشْیَاعَکُمْ فَھَلْ مِنْ

یکبارگی ایسا ہو جاوے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت

مُّدَّکِرٍ ⑪ وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ⑬

حاصل کرنے والا ہے، اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں (بھی مندرج) ہے، اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ ⑭ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں، قدرت والے

مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ⑮ ع

بادشاہ کے پاس

ع ⑤ ۳ ۱۰

مالک و قادر

بدکار لوگ گمراہ ہو چکے ہیں راہِ حق سے بھٹک چکے ہیں اور شکوک و اضطراب میں ہیں۔ یہ بدکار لوگ خواہ کفار ہوں خواہ اور فرقوں کے گنہگار ہوں۔ ان کا یہ فعل انھیں اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے گا اور جس طرح یہاں غافل ہیں وہاں تو اس وقت بھی بے خبر ہو گئے کہ نہ معلوم کس طرف لے جاتے ہیں۔ اُس وقت انھیں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہا جائے گا کہ اب آتش دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے

ہر چیز کو ہم نے پیدا کی پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔ اور جگہ فرمایا اپنے رب کی جو بلند و بالا ہے پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور اندازہ کیا اور راہ دکھائی یعنی تقدیر مقرر کی پھر اس کی طرف رہنمائی کی۔ ائمۂ اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی مخلوق کا مقدر ان کی پیدائش سے پہلے ہی مقرر کر دیا ہے اور ہر چیز اپنے ظہور سے پہلے خدا کے ہاں لکھی جا چکی ہے۔ فرقۂ قدریہ اس کا منکر ہے یہ لوگ صحابہؓ کے آخر زمانہ ہی میں نکل پڑے تھے۔ اہلِ سنت ان کے مسلک کے خلاف اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کی احادیث کو بھی اس مسئلہ کی مفصل بحث ہم صحیح بخاری کتاب الایمان کی شرح میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں صرف وہ حدیثیں لکھتے ہیں جو مضمون آیت کے متعلق ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں مشرکینِ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں بحث کرنے لگے اس پر یہ آیتیں اتریں (مسند احمد مسلم وغیرہ) بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ یہ آیتیں منکرین تقدیر کی تردید ہی میں اتری ہیں (بزار) ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا یہ میری امت کے اُن لوگوں کے حق میں اتری ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے اور تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ حضرت عطاء بن ابورباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالے عنہ کے پاس آیا آپ اُس وقت چاہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے۔ آپ کے کپڑوں کے دامن بھیگے ہوئے تھے میں نے کہا تقدیر کے بارے میں کلام کیا گیا ہے لوگ اس مسئلہ میں موافق و مخالف ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسا کیا؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ آیتیں ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے بدترین لوگ ہیں ان کے بیماروں کی تیمار داری نہ کرو۔ ان کے مُردوں کے جنازے نہ پڑھو ان میں کا اگر کوئی مجھے مل جائے تو میں اپنی ان انگلیوں سے اس کی آنکھیں نکال دوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے ذکر آیا کہ آج ایک شخص آیا ہے جو منکرِ تقدیر ہے فرمایا اچھا مجھے اس کے پاس لے چلو، لوگوں نے کہا آپ نابینا ہیں آپ اس کے پاس چل کر کیا کریں گے؟ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میرا بس چلا تو میں اُس کی ناک توڑ دوں گا اور اگر اُس کی گردن میرے ہاتھ میں آگئی تو میں مروڑ دوں گا، میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنو فہر کی عورتیں خزرج کے ارد گرد طواف کرتی پھرتی ہیں اُن کے جسم حرکت کرتے ہیں وہ مشرک عورتیں، ہیں اس امت کا پہلا شرک یہی ہے اُس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کی کج فہمی یہاں تک بڑھے گی کہ اللہ تعالے کو بھلائی کا مقدر کرنے والا بھی نہ مانیں گے جس طرح برائی کا مقدر کرنے والا نہ مانا (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک دوست شامی تھا جس سے آپ کی خط و کتابت تھی حضرت عبداللہؓ نے کہیں سن پایا کہ وہ تقدیر کے بارے میں کچھ موشگافیاں کرتا ہے۔ آپ نے فوراً اُسے خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تو تقدیر کے مسئلہ میں کچھ کلام کرتا ہے اگر یہ سچ ہے تو بس مجھ سے خط کتابت کی امید نہ رکھنا۔ عہ آج سے بند سمجھنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے (ابو داؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں۔ میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں اگر وہ بیمار پڑیں تو تم اُن کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو تم اُن کے جنازے نہ پڑھو عہ (مسند احمد) اس امت میں مسخ ہوگا یعنی لوگوں کی صورتیں بدل دی جائیں گی یاد رکھو یہ اُن میں ہوگا جو تقدیر کو جھٹلائیں اور زندیقیت کریں۔ (ترمذی وغیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز خدا کے مقرر کردہ اندازے سے ہے یہاں تک کہ نادانی اور عقلمندی بھی۔ (مسلم) صحیح حدیث

عہ افسوس کہ ہم آج منکرین خدا کمیونسٹوں سے منکرین حدیث سے قادیانیوں کفار اور سینکڑوں زائغین اور باطل پرستوں سے خوب تعلق رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ رواداری اور توسع ہے حالانکہ خدا اور رسول کے دشمنوں کیساتھ کیسی رواداری اور کہاں کا توسع؟ عہ فقیر کا خیال ہے کہ تمام گمراہ فرقوں خصوصاً کمیونسٹ، قادیانیوں کیساتھ یہی معاملہ ہونا چاہیے۔

میں ہے۔ اللہ سے۔ مدد طلب کر اور عاجز و بیوقوف نہ بن، پھر اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو کہدے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا مقرر کیا ہوا تھا۔ اور جو خدا نے چاہا کیا۔ پھر یوں نہ کہہ کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہوتا۔ اس لئے کہ اس طرح "اگر" کہنے سے شیطانی وساوس کا دروازہ کھل جاتا ہے حضورؐ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ جان رکھ اگر تمام امت جمع ہو کر تجھے وہ نفع پہنچانا چاہے جو اللہ نے تیری قسمت میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتی، اور اگر سب اتفاق کر کے تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور تیری تقدیر میں وہ نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے۔ قلمیں خشک ہو چکیں اور دفتر لپیٹ کر تہہ کر دیئے گئے۔ حضرت ولید بن عبادہؓ نے اپنے باپ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیماری میں جب کہ اُن کی حالت بالکل غیر تھی عرض کیا کہ ابا جی ہمیں کچھ وصیت کر جائیے آپ نے فرمایا اچھا مجھے بٹھا دو جب لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا تو آپ نے فرمایا۔ اے میرے پیارے بچے ایمان کا لطف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو علم تجھ ہے اُس کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکتا جب تک تیرا ایمان تقدیر کی بھلائی بُرائی پر نہ ہو۔ میں نے پوچھا ابا جی میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرا ایمان تقدیر خیر و شر پر ہے؟ فرمایا اس طرح کے تجھے یقین ہو کہ جو تجھے نہیں ملا وہ ملنے والا تھا ہی نہیں اور جو نقصان تجھے پہنچا وہ ٹلنے والا ہی نہ تھا۔

میرے بچے سنو! میں نے رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اُسے فرمایا لکھ۔ پس وہ اسی وقت چل پڑا اور قیامت تک جو ہونے والا تھا سب لکھ ڈالا۔ اے بیٹے اگر تو انتقال کے وقت تک اس عقیدے پر نہ رہے تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسن صحیح غریب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار باتوں پر اُس کا ایمان نہ ہو۔ شہادت دے کہ معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے اُس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اور مرنے کے بعد جینے پر ایمان رکھے اور تقدیر کی بھلائی برائی منجانب اللہ ہونے کے مانے (ترمذی وغیرہ) صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا، امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ پھر پروردگار عالم اپنی تقدیر احکام کے بے روک ٹوک جاری اور پورا ہونے کو بیان فرماتا ہے کہ جس طرح جو کچھ میں نے مقدر کیا ہے۔ وہ ہی ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح جس کام کا میں ارادہ کر لوں صرف ایک دفعہ کہدینا کافی ہوتا ہے دوبارہ تاکیداً حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک آنکھ جھپکنے کے برابر میں وہ کام میری منشاء کے مطابق ہو جاتا ہے۔ عرب شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

اِذَا مَا اَرَادَ اللّٰہُ اَمْرًا فَاِنَّمَا ⁘ یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ قَوْلَۃً فَیَکُوْنُ

یعنی اللہ تعالیٰ جب کبھی جس کام کا ارادہ کرتا ہے صرف فرما دیتا ہے کہ ہو جا وہ اُسی وقت ہو جاتا ہے۔ ہم نے تم جیسوں کو تم سے پہلے ان کی سرکشی کے باعث فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اُن کے عذاب اور اُن کی رسوائی کے واقعات میں کیا تمہارے لئے نصیحت و تذکیر نہیں؟ جیسے اور آیت میں فرمایا وَحِیْلَ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَہُوْنَ کَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِہِمْ مِّنْ قَبْلُ یعنی ان کے اور اُن کی تمناؤں کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا جیسے کہ ان سے اگلوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جو کچھ انھوں نے کیا وہ ان کے نامۂ اعمال میں مکتوب ہے۔ جو خدا کے امین فرشتوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔ ان کا ہر چھوٹا بڑا عمل جمع شدہ اور لکھا ہوا ہے ایک بھی تو ایسا نہیں جو لکھنے سے رہ گیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ صغیرہ گناہ کو بھی ہلکا نہ سمجھو خدا کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے (نسائی و ابن ماجہ وغیرہ) حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر سمجھا، رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان ؎

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِیْرًا ⁘ اِنَّ الصَّغِیْرَ غَدًا یَعُوْدُ کَبِیْرًا
اِنَّ الصَّغِیْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَہْدُہٗ ⁘ عِنْدَ اللّٰہِ مُسَطَّرٌ تَسْطِیْرًا

فَازْجُرْ هَوَاكَ عِنْدَ الْبِطَالَةِ لَا تَكُنْ ؞ صَعْبَ الْقِيَادِ وَشَمِّرَنْ تَشْمِيْرًا
اِنَّ الْمُحِبَّ اِذَا اَحَبَّ اِلٰهَهٗ ؞ طَارَ الْفُؤَادُ وَاُلْهِمَ التَّفْكِيْرًا
فَاسْأَلْ هِدَايَتَكَ الْاِلٰهَ فَتَتَّئِدْ ؞ فَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

یعنی صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ، یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے[عہ] گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گذر چکا ہو۔ اللہ کے پاس صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں، بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھ اور ایسا نہ ہو جا کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔ جب کوئی شخص سچے دل سے اللہ کی محبت کرتا ہے تو اس کا دل اڑنے لگتا ہے اور اسے خدا کی جانب سے غور و فکر کی عادت الہام کی جاتی ہے، اپنے رب سے ہدایت طلب کر اور نرمی اور ملائمت کر، ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان بدکاروں کے خلاف نیک کار لوگوں کی حالت ہوگی وہ تو ضلالت و تکلیف میں تھے اور اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے گئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی، لیکن یہ نیکوکار جنتوں میں ہوں گے بہتے ہوئے خوش گوار صاف شفاف چشموں کے مالک ہوں گے اور عزت و کرامت رضوان و فضیلت جود و احسان فضل و امتنان نعمت و رحمت آسائش و راحت کے مکان میں خوش خوش رہیں گے۔ باری تعالے مالک و قادر کا قرب انہیں نصیب ہوگا جو تمام چیزوں کا خالق ہے سب کے انداز مقرر کرنے والا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، وہ ان پرہیزگار خدا ترس لوگوں کی ایک ایک خواہش پوری کرے گا ایک ایک تمنا عطا فرمائے گا، مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عدل و انصاف کرنے والے نیک کردار لوگ اللہ کے پاس نور کے ممبروں پر رحمان کی دائیں جانب ہوں گے خدا کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں یہ عادل لوگ وہ ہیں جو اپنے احکام میں اپنی اہل و عیال میں اور جو چیز ان کے قبضے میں ہو اس میں خدائی فرمان کا خلاف نہیں کرتے بلکہ عدل و انصاف سے ہی کام لیتے ہیں، یہ حدیث صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ الحمد للہ اللہ تعالے کی توفیق سے سورۂ اِقْتَرَبَتْ کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ ہمیں نیک توفیق دے اور برائیوں سے بچائے۔

تفسیر سورۂ رحمان مکیہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا قرآن میں جو لفظ مِنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ہے یہ اٰسِنٍ لفظ ہے یا یَاسِنٍ تو آپ نے فرمایا گویا تو نے باقی سارا قرآن سمجھ لیا ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کی تمام سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتا ہوں، آپ نے فرمایا پھر تو جیسے شعر جلدی جلدی پڑھے جاتے ہیں، اسی طرح تو قرآن کو بھی جلدی جلدی پڑھتا ہوگا، افسوس مجھے خوب محفوظ ہے کہ مفصل کی ابتدائی کون کون سی دو دو برابر والی سورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملایا کرتے تھے حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں مفصل کی سب سے پہلی سورت یہی سورۂ اَلرَّحْمٰنُ ہے (مسند احمد) حضرت جابر رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک روز تشریف لائے اور سورۂ اَلرَّحْمٰنُ کی اول سے آخر تک تلاوت فرمائی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموشی سے سنتے رہے، آپ نے فرمایا تم سے تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے میں نے جب ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی تو میں جب کبھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھتا تو وہ کہتے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے اور یہی روایت ابن جریر میں بھی موجود ہے اس میں ہے کہ یا تو آپ نے یہ سورت پڑھی یا آپ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی، اس وقت

[عہ] جس وقت کے چھوٹے گناہوں پر اصرار ہو تو وہ کبائر بن جاتے ہیں جیسا کہ کبائر توبہ و استغفار سے قطعاً معاف ہو سکتے ہیں۔

صحابہؓ کی خاموشی پر آپ نے یہ فرمایا اور جواب کے الفاظ یہ ہیں۔ لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ ؛

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④ اَلشَّمْسُ

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اس کو گویائی سکھائی سورج

وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ⑤ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا

اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں (اللہ کے) مطیع ہیں۔ اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور

وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ⑧ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ

اسی نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور انصاف (اور حق رسانی) کے ساتھ وزن

وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ فِيْهَا فَاكِهَةٌ

کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت۔ اور اسی نے خلقت کیواسطے زمین کو (اسکی جگہ) رکھ دیا کہ اسمیں میوے ہیں، اور کھجور کے درخت ہیں جن

وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ

(کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے اور (اسمیں) غلہ ہے جنمیں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور (اسمیں) غذا کی چیز (بھی) ہے۔ سوائے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬

جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

تعلیم قرآن

اللہ تعالےٰ اپنی رحمتِ کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے فضل و کرم سے اس کا حفظ کرنا بالکل آسان کر دیا اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اُسے بولنا سکھایا قتادہؒ وغیرہ کہتے ہیں بیان سے مراد خیر و شر ہے لیکن بولنا ہی مراد لینا یہاں مناسب ہے۔ حضرت حسنؒ کا قول بھی یہی ہے اور ساتھ ہی تعلیم قرآن کا ذکر ہے جس سے مراد تلاوتِ قرآن ہے اور تلاوت معروف ہے بولنے کی آسانی پر ہر حرف اپنے مخرج سے بے تکلف زبان ادا کرتی رہتی ہے خواہ حلق سے نکلتا ہو خواہ دونوں ہونٹوں کے ملانے سے مختلف مخرج اور مختلف قسم کے حروف کی ادائیگی اللہ تعالےٰ نے انسان کو سکھا دی، سورج اور چاند ایک دوسرے کے پیچھے اپنے اپنے مقررہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں نہ اُن میں اختلاف ہو نہ اضطراب نہ یہ آگے بڑھے نہ وہ اس پر غالب آئے ہر ایک اپنی اپنی جگہ تیرتا پھرتا ہے، اور جگہ فرمایا ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ الخ خدا صبح کا نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو تمہارے لئے آرام کا وقت بنایا ہے اور سورج چاند کا ایک اندازہ رکھا ہے یہ مقررہ اندازہ ہے غالب دانا خدا کا۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں تمام انسانوں کی جنات کی چوپایوں کی پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں اُن میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص بھی اُس کی طرف دیکھ سکے باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے پس خیال کرو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے

جنتی بندوں کے آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہوگا۔ کہ وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے چہرے کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے بے روک دیکھیں (ابن ابی حاتم) اس پر تو مفسرین کا اتفاق ہے کہ شجر اُس درخت کو کہتے ہیں جو تنے والا ہو۔ لیکن نجم کے معنی کئی ایک ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں نجم سے مراد بیلیں ہیں جن کا تنہ نہیں ہوتا اور زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں مراد اس سے ستارے ہیں جو آسمان میں ہیں یہی قول زیادہ واضح ہے۔ گو اول قول امام ابن جریرؒ کا اختیار کردہ ہے، واللہ اعلم قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہے فرمان ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ الخ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لئے آسمان وزمین کی تمام مخلوقات اور سورج چاند ستارے پہاڑ درخت چوپائے جانور اور اکثر لوگ سجدہ کرتے ہیں الخ۔ پھر فرماتا ہے آسمان کو اسی نے بلند کیا ہے اور اسی نے میزانع رکھی ہے یعنی عدل جیسے اور آیت میں ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ یعنی یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ اور ترازو کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوجائیں۔ یہاں بھی اس کے ساتھ ہی فرمایا تاکہ تم ترازو میں حد سے نہ گذر جاؤ یعنی اُس خدا نے آسمان وزمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا تاکہ تمام چیزیں حق وعدل کے ساتھ ہوجائیں، پس فرماتا ہے جب وزن کرو تو سیدھی ترازو سے عدل وحق کے ساتھ وزن کرو کمی زیادتی نہ کرو کہ لیتے وقت زیادہ تول لیا اور دیتے وقت کم دیدیا اور جگہ ارشاد ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ٥ درستگی کے ساتھ تول لیا کرو آسمان کو تو اُس نے بلند وبالا کیا اور زمین کو اس نے نیچی اور پست کرکے بچھادی اور اس میں مضبوط پہاڑ مثل میخ کے گاڑ دیئے تاکہ وہ ہلے جُلے نہیں اور اس پر جو مخلوق بستی ہے وہ بآرام رہے، پھر زمین کی مخلوق کو دیکھو ان کی مختلف قسموں مختلف شکلوں مختلف رنگوں، مختلف زبانوں، مختلف عادات واطوار پر نظر ڈال کر خدا کی قدرتِ کاملہ کا اندازہ کرو۔ ساتھ ہی زمین کی پیداوار کو دیکھو کہ رنگ برنگ کے کھٹے میٹھے سلونے طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے پھل فروٹ اور خصوصاً کھجور کے درخت جو نفع دینے والا اور لگنے کے وقت سے خشک ہوجانے تک اور اُس کے بعد بھی کھانے کے کام میں آنے والا عام میوہ ہے، اس پر خوشے ہوتے ہیں جنھیں چیر کر یہ باہر آتا ہے پھر گدر ہو جاتا ہے۔ پھر تر ہوجاتا ہے پھر پک کر ٹھیک ہوجاتا ہے۔ بہت نافع ہے، ساتھ ہی اس کا درخت بالکل سیدھا اور بے ضرر ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قیصر نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس سے واپس آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کی خوبیاں اور منافع کسی اور میں نہیں، وہ جانور کے کان کی طرح زمین سے نکلتا ہے پھر کھل کر موتی کی طرح ہوجاتا ہے۔ پھر سبز ہوکر زمرد کی طرح ہوجاتا ہے پھر سُرخ ہوکر یاقوت جیسا بن جاتا ہے، پھر پکتا ہے اور تیار ہوکر بہترین فالودے کے مزے کا ہوجاتا ہے پھر خشک ہوکر مقیم لوگوں کے بچاؤ کی اور مسافروں کے توشے بھتے کی چیز بن جاتا ہے پس اگر میرے قاصد کی یہ روایت صحیح ہے تو میرے خیال میں تو یہ درخت جنت کا درخت ہے اس کے جواب میں شاہِ اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لکھا کہ یہ خط ہے خدا کے غلام مسلمان کے بادشاہ عمرؓ کی طرف سے شاہِ روم قیصر کے نام، آپ کے قاصدوں نے جو خبر آپ کو دی ہے وہ صحیح ہے اس قسم کے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں یہی وہ درخت ہے جسے اللہ تعالےٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اُگایا تھا جبکہ اُن کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے بطن سے پیدا ہوئے تھے پس اے بادشاہ اللہ سے ڈر اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا نہ سمجھ اللہ ایک ہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی مثال اللہ تعالےٰ کے نزدیک حضرت آدمؑ جیسی ہے کہ انھیں اللہ تعالےٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہوجا پس وہ ہوگئے خدا کی طرف سے سچی اور حق بات

ع آیات میں جابجا اپنے احسانات کا تذکرہ فرمایا سب سے پہلے قرآن مجید کا کہ وہ کائنات انسان کی تمام فلاح اور بہبودگی کی تعلیمات واحکام پر پھیلا ہوا ہے پھر خود انسان کی پیدائش کہ وہ انسان کے حق میں ایک بڑی نعمت ہے پھر قوت بیان کے انسان صرف اسی ایک قوت کی وجہ سے تمام حیوانات سے ممتاز ہے پھر اجرام فلکی کا جو انسان کے بہترین خادم ہیں اس کے بعد ترازو کا ہرگز مت سمجھئے کہ ترازو کا تذکرہ یونہی آگیا ذرا سوچئے کہ تولنے اور ناپنے کے یہ تمام چھوٹے بڑے آلات اگر آج موجود نہ ہوتے تو کیا بازاروں میں یہ خرید وفروخت ہوسکتی؟

یہی ہے تجھے چاہیے کہ شک وشبہ کرنے والوں میں نہ ہو۔ اَکْمَامٌ کے معنی لیف کے بھی کئے گئے ہیں جو درخت کھجور کی گردن پر پوست کی طرح ہوتا ہے، اور اس نے زمین میں بھوسی اور اناج پیدا کیا، عَصْفٌ کے معنی کھیتی کے وہ سبزہ پتے جو اوپر سے کاٹ دیئے گئے ہیں پھر سکھا لئے گئے ہوں۔ ریحان سے مراد پتے یا یہی ریحان جو اسی نام سے مشہور ہے یا کھیتی کے سبز پتے، مطلب یہ ہے کہ گیہوں جو وغیرہ کے وہ دانے جو بال پر بھوسی سمیت ہوتے ہیں اور جو پتے ان کے درختوں پر لپٹے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھیتی کے پہلے ہی اُگے ہوئے پتوں کو تو عَصْفٌ کہتے ہیں اور جب دانے نکل آئیں بالیں پیدا ہو جائیں تو انہیں ریحان کہتے ہیں جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے مشہور قصیدے میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اے جنو اور انسانو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یعنی تم اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو اور مالا مال ہو رہے ہو ناممکن ہے کہ حقیقی طور پر تم کسی نعمت کا انکار کر سکو اور اسے جھوٹ بتا سکو، ایک دو نعمتیں ہوں تو خیر یہاں تو سرتاپا اس کی نعمتوں سے تم پُر ہو رہے ہو، اسی لئے مومن جنوں نے اسے سن کر جواب دیا۔ اَللّٰھُمَّ وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَآئِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ حضرت ابن عباسؓ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے لَا بِاَیِّھَا یَا رَبِّ یعنی خدایا ہم ان میں سے کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شروع شروع رسالت کے زمانہ میں کہ ابھی امر اسلام کا پوری طرح اعلان نہ ہوا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے رکن کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ اس نماز میں اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین بھی سن رہے تھے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اس نے انسان کی اصل اول یعنی آدم ؑ کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا۔ اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ

سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے سو اے جن

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾

وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملا کر (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں۔ بڑھ نہیں سکتے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے سو اے جن وانس تم اپنے رب

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع ۵ ۱۱

کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اونچے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

خلیق انسانی یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا، مسند کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

؎ اور نعمتوں کی سب سے بڑی تکذیب یہ ہے کہ ان کو غلط استعمال کیا جائے اور منعم حقیقی کے تمام احکام پر پابندی سے عمل نہ کیا جائے اس سورت میں یہ آیت ۳۱ بار آئی ہے اور جیسا کہ دستور قرآنی ہے ہر مرتبہ ایک نئے معنے کی حامل ہو کر تاہم اگر کوئی مصر ہو کہ آیت میں تکرار ہے اور کوئی نئے معنے پیدا نہیں ہوتے تو کیا مضائقہ ہے کہ اسلئے کہ عرب میں اسطرح کی تکرار بلاغت وفصاحت کا ایک اہم عنصر ہے اس کو خلاف بلاغت وفصاحت نہیں سمجھا جاتا۔

فرشتے نور سے جنات نار سے اور انسان اُس مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے پیدا کئے گئے ہیں، پھر اپنی کسی نعمت کے نہ جھٹلانے کی ہدایت کر کے فرماتا ہے جاڑے اور گرمی کے دو سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے سورج چڑھتا اُترتا ہے اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی رہتی ہیں ہر دن الٹ پھیر ہوتی رہتی ہے، جیسے دوسری آیت میں ہے مشرق و مغرب کا رب وہی ہے تو اُسی کو اپنا وکیل سمجھ، تو یہاں مراد جنس مشرق و مغرب ہے اور دو مشرق مغرب سے مراد طلوع و غروب کی دو جگہ ہیں، اور چونکہ طلوع و غروب کی جگہ کے جُدا جُدا ہونے میں انسانی منفعت اور اُس کی مصلحت بینی تھی۔ اس لئے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟ اُس کی قدرت کا نظارہ دیکھو کہ دو سمندر برابر چل رہے ہیں ایک کھاری پانی کا ہے دوسرے میٹھے پانی کا لیکن نہ اس کا پانی اُس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اُس کا میٹھا پانی اسے میں مل کر اسے میٹھا کر سکتا ہے۔ بلکہ دونوں اپنی رفتار سے چل رہے ہیں، دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جا سکے یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں اور قدرتی فاصلہ انھیں الگ الگ کئے ہوئے ہے۔ حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں۔ سورۂ فرقان کی آیت وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ کی تفسیر میں اس کی پوری تشریح گذر چکی ہے۔

امام ابن جریرؒ تو فرماتے ہیں اس سے مراد آسمان کا دریا اور زمین کا دریا ہے امام ابن جریرؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے ان دونوں سے مل کر لؤلؤ پیدا ہوتا ہے۔ واقعہ تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑ کا ہونا بیان فرمایا گیا ہے جو اس کو اُس سے اور اُس کو اس سے روکے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مل کر چلتے ہیں مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے آسمان و زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا۔ اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا۔ ان دونوں میں سے یعنی دونوں میں ایک میں سے جیسے اور جگہ جن و انس کو خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول صرف انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں جنات میں کوئی جن نہیں آیا۔ تو جیسے یہاں اطلاق صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہی ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریا پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے، لؤلؤ یعنی موتی تو ایک مشہور و معروف چیز ہے۔ مرجان کی نسبت کہا گیا ہے کہ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ بہت بڑے موتی کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جواہر کو کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں سرخ رنگ مُہرے کا نام ہے، اور یہ آیت میں ہے وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور پہننے کے زیور نکالتے ہو، تو خیر مچھلی تو کھاری اور میٹھے دونوں پانی سے نکلتی ہے اور موتی مونگے صرف کھاری پانی ہی سے نکلتے ہیں میٹھے میں سے نہیں نکلتے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے۔ وہ لؤلؤ بن جاتا ہے اور جو صدف میں نہیں جاتا تو اُس سے عنبر پیدا ہوتا ہے، مینہ برسنے کے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتی ہے؟ پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بے شمار نعمتیں جس رب کی ہیں بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے بادبانوں والے جہاز جو دور سے نظر پڑتے ہیں اور پہاڑوں کی طرح کھڑے دکھائی دیتے ہیں جو ہزاروں من مال اور سینکڑوں انسانوں کو ادھر سے اُدھر لے جاتے لے آتے ہیں یہ بھی تو اُس خدا کی ملکیت میں ہیں، اس عالی شان نعمت کو یاد دلا کر پھر پوچھتا ہے کہ اب بتلاؤ انکار کئے کیسے بن آئے گی؟ حضرت عمیرہ بن سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر تھا ایک بلند و بالا بڑا جہاز آ رہا تھا[ع۵] اسے دیکھکر آپ نے اُس کی طرف

[ع۵] قابل غور ہے یہ حقیقت کہ قرآن مجید بحری منافع کا کس اہمیت کیساتھ اور بار بار تذکرہ کرتا ہے اسلام کی تصریح نے صاف کر دیا کہ قرآن مجید کے پیش نظر چھوٹی چھوٹی معمولی کشتیاں نہیں بلکہ وہ بڑے جہاز ہیں جن کی سینکڑوں اقسام بحری وجود میں قیامت تک آتی رہیں گی۔

اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اُس خدا کی قسم جس نے پہاڑوں جیسی ان کشتیوں کو مواج سمندر میں جاری کیا ہے نہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا نہ اُن کے قتل کا ارادہ کیا نہ قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا نہ اُن سے خوش نہ اُن پر نرم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ① وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ② فَبِاَيِّ

جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جاویں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور احسان والی ہے باقی رہ جاوے گی۔ سواے جن وانس

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ③ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ

تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے

شَاْنٍ ④ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑤ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ⑥ فَبِاَيِّ

سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب وکتاب کے) لئے خالی ہوئے جاتے ہیں سو اے

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑦

جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

انجام دہر کُلّ من علیہا فان

فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہو گا کل جان دار مخلوق کو موت آ جائے گی اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے، صرف ذاتِ خدا باقی رہ جائے گی جو ہمیشہ ہے اور ہمیشہ تک رہے گی، جو موت وفات سے پاک ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اولاً تو پیدائش عالم کا ذکر فرمایا پھر ان کی فنا کا بیان کیا۔ حضور سے ایک منقول دعا میں یہ بھی ہے۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا کُلَّہٗ وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ یعنی اے ہمیشہ جینے اور ابد الآباد تک باقی اور قائم رہنے والے خدا، اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے رب اے جلال اور بزرگی والے پروردگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہم تیری رحمت ہی سے استغاثہ کرتے ہیں، ہمارے تمام کام تو بنا دے اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تو ہمیں ہماری طرف نہ سونپ دے اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی طرف۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ پڑھا جائے تو ٹھہرنا نہیں چاہئے بلکہ ساتھ ہی وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ پڑھ لیا جائے۔ اس آیت کا مضمون دوسری آیت میں ان الفاظ سے ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سوائے ذاتِ باری کے ہر چیز ناپید ہونے والی ہے، پھر اپنے چہرے کی تعریف میں فرماتا ہے وہ ذو الجلال ہے یعنی اس قابل ہے کہ اُس کی عزت کی جائے اُس کا جاہ وجلال مانا جائے اور اُس کے احکام کی اطاعت کی جائے اور اُس کے فرمان کی خلاف ورزی سے رُکا جائے جیسے اور جگہ ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ الخ جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اُسی کی ذات کے مرید ہیں تو اُن ہی کی ساتھ اپنے نفس کو روکے رکھ۔ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیک لوگ صدقہ دیتے وقت سمجھتے ہیں کہ ہم محض اللہ کے منہ کی وجہ سے کھلاتے پلاتے ہیں وہ کبریائی بڑائی عظمت اور جلال والا ہے۔ پس اس بات کو بیان فرما کر کہ تمام اہل زمین فوت ہونے میں اور پھر خدا کے سامنے قیامت کے دن پیش ہونے میں برابر ہیں اور اُس دن وہ بزرگی والا خدا ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ حکم فرمائے گا، ساتھ ہی فرمایا۔ اب تم اے جن وانس رب کی کونسی نعمت کا انکار کرتے ہو؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور کل مخلوق اُس کی یک سر محتاج ہے۔ سب کے سب سائل ہیں اور وہ غنی ہے سب فقیر ہیں اور وہ سب کے سوال پورے کرنے والا ہے ہر مخلوق اپنے حال

وفغال سے اپنی حاجتیں اُس کی سرکار میں لے جاتی ہے اور اُن کے پورا ہونے کا سوال کرتی ہے۔ وہ ہر دن نئی شان میں ہے[عہ] اُس کی شان ہے کہ ہر پکارنے والے کو جواب دے، مانگنے والے کو عطا فرمائے، تنگ حالوں کو کشادگی دے، مصیبت و آفات والوں کو رہائی بخشے بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائے[عہہ] غم و ہم دور کرے، بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا قبول فرما کر اُسے قرار اور آرام عنایت فرمائے گنہگاروں کی واویلا پر متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگذر فرمائے گناہوں کو بخشے، زندگی وہ دے، موت وہ لائے تمام زمین زمین والے کل آسمان والے اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے دامن پھیلائے ہوئے ہیں، چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے قیدیوں کو رہائی وہ دیتا ہے نیک لوگوں کی حاجتوں کا منتہیٰ اُن کی پکار کا مدعا اُن کے شکوے شکایت کا مرجع وہی ہے، غلاموں کو آزادی رغبت والوں کو عطیے وہی عطا فرماتا ہے یہی اُس کی شان ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ وہ شان کیا ہے؟ فرمایا گناہوں کا بخشنا دکھ کو دور کرنا لوگوں کو ترقی اور تنزل پر لانا، ابن ابی حاتم میں۔ اور ابن عساکر میں بھی اسی کے ہم معنے ایک حدیث ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت معلقاً حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے قول سے موجود ہے، بزار میں بھی کچھ الفاظ کی کمی کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اُس کے دونوں پٹھے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اُس کا قلم نوری ہے اُس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے، ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اُسے دیکھتا ہے ہر نگاہ پر جلاتا اور مارتا اور عزت و ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ

اے جن و انس ہم عنقریب تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اے گروہ جن

وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں)

فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۹﴾

نکلو (مگر) بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور تم میں نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں) سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۱۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جاوے گا۔ پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۱﴾

ہو جاؤ گے۔

[عہ] آیت میں رد آگیا ان تمام گمراہ انکار اور عقائد کا جو خدا تعالےٰ کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کائنات کے پیدا کرنے کے بعد اب بالکل فارغ و معطل ہے اور اب اس عالم کا انتظام دوسری طاقتیں چلا رہی ہیں ساتھ ہی رد آگیا دور حاضر کے سب سے بڑے کافر، ملحد اعظم ملعون وزیر اعظم روس خرشچیف کا جس نے ابھی اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ہمارے سائنس نے خدا کو بیکار کر دیا ہے والعیاذ باللہ۔ عقل کا کور نہیں سمجھتا کہ اس کے راکٹ بھی آسمان پر محض خدا تعالےٰ ہی کی مشیت سے اُڑ رہے ہیں اور یہی وہ اس کی شان ہے جو ہر لحظہ ہر چیز کا رفرما اور متصرف ہے۔

[عہہ] یہ راقم السطور تقریباً دس ماہ سے طویل اور پریشان کن بیماری میں مبتلا ہے۔ تدابیر و معالجہ کے باوجود اب تک (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ پر)

حساب وکتاب

فارغ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اب وہ کسی مشغولیت میں ہے بلکہ یہ بطور ڈانٹ کے فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آگیا ہے، اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے اُسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی بلکہ صرف تمہارے حساب ہی سے گا، محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے، جیسے غصہ کیوقت کوئی کسی سے کہتا ہے اچھا فرصت میں تجھ سے نپٹ لوں گا۔ تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نپٹنے کا نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا ثقلین سے مراد انسان اور جن ہیں، جیسے ایک حدیث میں ہے اُسے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے۔ اور حدیث صور میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن و انس پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالٰے کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے بلکہ وہ تم سب کو گھیرے ہوئے ہے اُس کا ہر ہر حکم تم پر بے روک جاری ہے جہاں جاؤ اُسی کی سلطنت ہے، حقیقتاً یہ واقع ہوگا میدان حشر میں کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کئے ہوئے ہوں گے۔ چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی کوئی شخص بغیر دلیل کے ادھر سے اُدھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الٰہی حکم خدا کے اور کچھ نہیں۔ انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملیگا کہ آج تو رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔ اور آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ الخ یعنی بدیاں کرنے والوں کو اُن کی بُرائیوں کے مانند سزا ملے گی، اُن پر ذلت سوار ہوگی اور اللہ کی پکڑ سے پناہ دینے والا کوئی نہ ہوگا، ان کے منہ مثل اندھیری رات کے ٹکڑوں کے ہوں گے یہ جہنمی گروہ ہے جو ہمیشہ جہنم میں ہی رہیگا شُوَاظٌ کے معنے آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے جھلسا دینے والے ہوں۔ بعض کہتے ہیں بے دھوئیں کا آگ کے اوپر کا شعلہ جو اس طرح لپکتا ہے کہ گویا کہ پانی کی موج ہے نُحَاسٌ کہتے ہیں دھوئیں کو یہ لفظ نون کے زیر سے بھی آتا ہے لیکن یہاں قرأت نون کے پیش سے ہی ہے، نابغہ کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنیٰ میں ہے۔ ہاں حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو، اور آپ نے اُس کی سند میں امیہ بن ابو صلت کا شعر پڑھ سنایا اور نحاس کے معنی آپ نے کئے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک عربی شعر نابغہ کا پڑھ سنایا حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں نحاس سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا۔ اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ بہر صورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدان محشر سے بھاگنا چاہو تو میرے فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر دھواں چھوڑ کر تمہارے سر پر پگھلا ہوا پیتل بہا کر تمہیں واپس لوٹا لائیں گے تم نہ اُن کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ نہ انھیں دفع کر سکتے ہو۔ نہ اُن سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تمہیں رب کی کسی نعمت سے انکار چاہیے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۱۲) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۱۳)

غرض جب (قیامت آئیگی جبکہ) آسمان پھٹ جاویگا اور ایسا سرخ ہو جاوے گا جیسے سرخ نری (یعنی چمڑا) سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (۱۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۱۵)

تو اس روز (اللہ تعالٰی کے معلوم کرنیکیلئے) کسی انسان اور جن سے اسکے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائیگا۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) صحت کاملہ حاصل نہو سکی۔ اے پروردگار شافی مطلق، مجیب الدعوات، سمیع الدعاء، آپ کا ہر وعدہ سچا ہے آپ اصدق القائلین اور اپنے وعدہ پورے کرتے ہیں بطفیل سیدِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس عاصی و پر معاصی انظر کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ، دائمہ حیات طویلہ طیبہ مبارکہ مسعودہ عنایت فرمائیے آمین بجاہ سید المرسلین تمام ناظرین سے اسی دعاء کی مخلصانہ گذارش ہے۔

۵ بلا شبہ اور بے شک۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۱۶﴾ فَبِاَيِّ

مجرم لوگ اپنے حلیہ ہی سے (کہ سیاہی چہرہ و نیلگوں چشم ہی) پہچانے جاویں گے سو ان کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جاویں گے۔ سو اے جن وانس

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۷﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۸﴾

تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۱۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۰﴾ ع

وہ لوگ دوزخ کے اردگرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے۔ سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

ع ۲ ۲۰ ۱۲

قیامت کی ہولناکیاں

آسمان کا پھٹ جانا اور آیتوں میں بھی بیان ہوا ہے ارشاد ہے وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۔ اور جگہ ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ الخ اور فرمان ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ الخ وغیرہ۔ جس طرح چاندی وغیرہ پگھلائی جاتی ہے یہی حالت آسمان کی ہو جائے گی۔ رنگ پر رنگ بدلے گا کیونکہ قیامت کی ہولناکی اس کی شدت و دہشت ہے ہی ایسی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور آسمان ان پر ہلکی بارش کی طرح برستا ہوگا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ اور روایت میں ہے گلابی رنگ گھوڑے کے رنگ جیسا آسمان کا رنگ ہو جائے گا۔ ابو صالحؒ فرماتے ہیں پہلے گلابی رنگ ہوگا پھر سرخ ہو جائے گا گلابی رنگ گھوڑے کا رنگ موسم بہار میں تو زردی مائل نظر آتا ہے اور جاڑے میں بدل کر سرخ معلوم ہوتا ہے، جوں جوں سردی بڑھتی ہے اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان بھی رنگ پر رنگ بدلے گا، پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ جیسے روغن گلاب کا رنگ ہوتا ہے اس رنگ کا آسمان ہو جائے گا، آج وہ سبز رنگ ہے لیکن اس دن اس کا رنگ سرخی لئے ہوئے ہوگا۔ زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہو جائے گا جہنم کی آگ کی تپش اسے پگھلا کر تیل جیسا کر دے گی۔ اس دن کسی مجرم سے اس کا جرم نہ پوچھا جائے گا جیسے اور آیت میں ہے هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ الخ یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے۔ نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں۔ ہاں اور آیات میں ان کا بولنا عذر کرنا ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے فرمان ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ تیرے رب کی قسم ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے کل کاموں کی پرسش کریں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقعہ پر یہ ہے دوسرے موقعہ پر یہ ہے پرسش ہوئی حساب کتاب ہوا عذر معذرت ختم کر دی گئی اب منہ پر مہر لگ گئی ہاتھ پاؤں اور اعضاء جسم نے گواہی دی پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی عذر معذرت توڑ دی گئی۔ اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا؟ یا نہیں کیا؟ کیونکہ خدا کو خوب معلوم ہے ہاں جو سوال ہوگا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟ تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنمی زنجیروں میں باندھ کر اوندھے گھسیٹ کر جہنم واصل کر دیں گے جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ گنہگار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے ہی پہچان لئے جائیں گے چہرے سیاہ ہوں گے آنکھیں کیری ہوں گی۔ ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے۔ ان کے اعضائے وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس طرح بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے۔ پیٹھ کی طرف سے زنجیر لا کر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیئے جائیں گے۔ کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دی جائے گی اور جکڑ دیا جائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ قبیلہ بنو کندہ کا ایک شخص سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا پردے کے پیچھے بیٹھا اور ام المومنینؓ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ کسی وقت آپ کو کسی شخص کی شفاعت کا اختیار نہ ہوگا؟ ام المومنینؓ نے

جواب دیا ہاں، ایک مرتبہ ایک ہی کپڑے میں ہم دونوں تھے جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں جب کہ پل صراط رکھا جائے گا اس وقت مجھے کسی کی شفاعت سفارش کا اختیار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں جان لوں کہ خود مجھے کہاں لے جاتے ہیں؟ اور جس وقت کہ چہرے سیاہ سفید ہونے شروع ہوں گے۔ یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ مجھ پر کیا وحی بھیجی جاتی ہے؟ اور جب جہنم پر پل رکھا جائے اور اُسے تیز اور گرم کیا جائے۔ گرمی کی کیا حد ہے؟ میں نے پوچھا یا رسول اللہ اس کی تیزی اور گرمی کی کیا حد ہے؟ فرمایا تلوار کی دھار جیسا تیز ہوگا اور آگ کے انگارے جیسا گرم ہوگا۔ مومن تو بے ضرر گذر جائے گا اور منافق لٹک جائے گا جب بیچ میں پہنچے گا اس کے قدم پھنس جائیں گے یہ اپنے ہاتھ اپنے پیروں کی طرف جھکائے گا جس طرح کوئی ننگے پیر چل رہا ہو اور اُسے کانٹا لگ جائے اور اس زور کا لگے گویا کہ اس نے اس کے پاؤں کو چھید دیا تو کسطرح بے صبری اور جلدی سے وہ سر اور ہاتھ جھکا کر اس کی طرف جھک پڑتا ہے اسی طرح یہ جھکے گا۔ ادھر یہ جھکا اُدھر داروغہ جہنم اس کی پیشانی اور قدم جہنم کی زنجیروں سے جکڑ لیں گے اور جہنم کی آگ میں گرا دیں گے جس میں تقریباً پچاس سال تک وہ گہرا اترتا جائے گا۔ میں نے پوچھا حضورؐ یہ جہنمی کسقدر بوجھل ہوگا آپ نے فرمایا مثل دس گیابھن اونٹنیوں کے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے بعض فقروں کا حضورؐ کے کلام سے ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ہے جن کا نام بھی نیچے کے راوی نے نہیں لیا۔ ایسے دلائل صحت کے قابل نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم۔ ان گنہگاروں سے کہا جائے گا کہ یہ جس جہنم کا تم انکار کرتے تھے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، یہ انہیں بطور رسوا اور ذلیل کرنے شرمندہ اور نادم کرنے اُن کی خفت بڑھانے کے لئے کہا جائے گا۔ پھر ان کی یہ حالت ہوگی کہ کبھی آگ کا عذاب ہو رہا ہے، کبھی پانی کا، کبھی جحیم میں جلائے جلتے ہیں اور کبھی حمیم پلائے جاتے ہیں۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح محض آگ ہے جو آنتوں کو کاٹ دیتی ہے۔ اور جگہ ہے اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ الخ جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی وہ حمیم سے جحیم میں گھسیٹے جائیں گے اور بار بار جلائے جائیں گے۔ یہ گرم پانی حد درجہ گرم ہوگا۔ بعضوں کا کہنا ٹھیک ہے کہ وہ بھی جہنم کی آگ ہی ہے جو پانی کی صورت میں ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اُسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ تمام گوشت گل جائے گا۔ اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔ بس وہ آنکھیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا۔ اسی کو فرمایا فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ اٰنٍ کے معنے حاضر کئے بھی کئے گئے ہیں۔ اور آیت میں ہے۔ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ۝ سخت گرم موجزن پانی کی نہر سے انہیں پانی پلایا جائے گا جو ہرگز نہ پی سکیں گے کیونکہ وہ بے انتہا گرم بلکہ مثل آگ کے ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے۔ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وہاں مراد تیاری اور پک جانا ہے چونکہ بدکاروں کی سزا اور نیک کاروں کی جزا بھی اس کا فضل و رحمت عدل و لطف ہے۔ اپنے ان عذابوں کا پہلے سے بیان کر دینا تاکہ شرک و معاصی کے کرنے والے ہوشیار ہو جائیں یہ بھی اُس کی نعمت ہے اس لئے فرمایا پھر تم اے جن و انس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ① فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ② ذَوَاتَا

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اسکے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ کثیر

اَفْنَانٍ ③ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ④ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ⑤ فَبِاَیِّ

شاخوں والے ہوں گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جاویں گے سو اے

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ⑥ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ⑦ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ⑧

جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

خشیت الٰہی

ابن شوذب اور عطا خراسانیؒ فرماتے ہیں آیت وَلِمَنْ خَافَ حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت عطیہ بن قیسؒ فرماتے ہیں یہ آیت اُس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا مجھے آگ میں جلا دینا تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو نہ ملوں۔ اس کلمے کے کہنے کے بعد ایک رات ایک دن توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور اُسے جنت میں لے گیا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا قول بھی یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور خود کو نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا زندگانی دنیا کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غفلت نہیں کرتا۔ بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائیدار سمجھتا ہے فرائض بجا لاتا ہے محرمات سے رُکتا ہے۔ قیامت کے دن اُسے ایک چھوڑ دو دو جنتیں ملیں گی۔ صحیح بخاری میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور اُن کا کل سامان بھی چاندی کا ہی ہوگا۔ اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا ان جنتیوں میں اور دیدار باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اُس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عزّوجل کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ یہ حدیث صحاح کی اور کتابوں میں بھی ہے بجز ابو داؤد کے حمادؒ فرماتے ہیں میرے خیال میں تو یہ حدیث مرفوع ہے، تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَلِمَنْ خَافَ اور وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ کی سونے کی دو جنتیں مقربین کے لئے اور چاندی کی دو جنتیں اصحاب یمین کے لئے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے کہا اگرچہ زنا اور چوری بھی اُس سے ہوگئی ہو؟ آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت کی میں نے پھر یہی کہا آپ نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے پھر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اگرچہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے نسائی۔ بعض سندوں سے یہ روایت موقوف بھی ہے۔ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ جس دل میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا ناممکن ہے کہ اس سے زنا ہو یا وہ چوری کرے۔ یہ آیت عام ہے انسانوں اور جنات دونوں کو شامل ہے، اور اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جنوں میں سے بھی جو ایمان لائیں اور تقوی کریں وہ جنت میں جائیں گے، اسی لئے جن وانس کو اس کے بعد خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کروگے؟ پھر ان دونوں جنتوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ یہ نہایت ہی سرسبز وشاداب ہیں بہترین اعلیٰ خوش ذائقہ عمدہ اور تیار پھل ہر قسم کے ان میں موجود ہیں، تمہیں نہ چاہئے کہ تم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کا انکار کرو، اَفْنَان شاخوں اور ڈالیوں کو کہتے ہیں یہ اپنی کثرت سے ایک دوسری سے ملی جلی ہوئی ہوں گی یہ سایہ دار ہوں گی جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا عکرمہؒ یہی معنی بیان کرتے ہیں اور عربی کے شعر کو اس پر دلیل میں پیش کرتے ہیں، یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی۔ رنگ برنگ کی ہوں گی یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں طرح طرح کے میوے ہوں گے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اُس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہے کہ سوار سو سال تک اس میں چلا جاتا رہے گا اور فرمایا سو سوار اُس کے تلے سایہ حاصل کرلیں۔ سونے کی ٹڈیاں اُس پر چھائی ہوئی تھیں اُس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں اور بہت بڑے گول تھے (ترمذی) پھر ان میں نہریں بہ رہی ہیں تاکہ ان درختوں اور شاخوں کو سیراب کرتی رہیں اور بکثرت اور عمدہ پھل لائیں، اب تو تمہیں اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے ایک کا نام تسنیم ہے دوسری کا سلسبیل ہے یہ دونوں نہریں پوری روانی کے ساتھ بہ رہی ہیں ایک ستھرے پانی کی دوسری لذت والے بے نشے کے شراب کی۔ ان میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے بھی موجود ہیں، اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس تو ہو لیکن لذت شناس نہیں ہو کیونکہ وہاں کی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی دماغ میں آسکتی ہیں، تمہیں رب کی نعمتوں کی ناشکری سے رک جانا چاہئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، دنیا میں جتنے بھی کڑوے میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ حنظل یعنی اندرائن بھی، ہاں دنیا کی ان چیزوں اور جنت کی ان چیزوں کے نام تو ملتے جلتے ہیں، حقیقت اور لذت بالکل ہی جداگانہ ہے، یہاں تو صرف نام ہیں۔ اصلیت تو جنت میں ہے، اس فضیلت کا فرق وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَيِّ

وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہونگے جنکے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہو گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑩ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ

رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی کہ ان (جنتی) لوگوں سے پہلے انپر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا

وَلَا جَآنٌّ ⑪ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑫ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ⑬

ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑭ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ⑮

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے۔

فردوس بریں اور اس کی نعمتیں

جنتی لوگ بے فکری سے تکیئے لگائے ہوئے ہوں گے خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ آرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں۔ ان کے بچھونے بھی اتنے بڑھیا ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر بھی دبیز اور خالص زریں ریشم کا ہو گا پھر ذرا سوچو کہ اوپر کا ابرا کیسا کچھ ہو گا۔ مالک بن دینارؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں استر کا یہ حال ہے اور ابرا تو محض نورانی ہو گا۔ جو سراسر اظہار رحمت و نور ہو گا پھر اس پر بہترین گلکاریاں ہیں جنھیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ان جنتوں کے پھل جنتیوں سے بالکل قریب ہیں۔ جب چاہیں جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں لیٹے ہوں تو بیٹھا ہونے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں، خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں۔ جیسے فرمایا قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ اور فرمایا وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا الخ یعنی بے حد قریب میوے ہیں لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہیں خود شاخیں جھک جھک کر انھیں میوے دے رہی ہیں۔ پس تم اپنے رب کی نعمتوں کے انکار سے باز رہو۔ چونکہ فرش کا بیان ہوا تھا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ان فرش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی جو عفیفہ پاک دامن شرمیلی نیچی نگاہوں والی ہوں گی کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظریں نہ ڈالیں گی اور ان کے خاوند بھی ان پر سوجان سے مائل ہوں گے۔ یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے ان مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی۔ یہ بھی نقل ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی خدا کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں، خدا خوب جانتا ہے۔ کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش و محبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا۔ یہ حوریں کنواری دوشیزائیں ہوں گی ان جنتیوں سے پہلے ان کو کسی انس و جن کا ہاتھ بھی نہیں لگا۔ یہ آیت بھی مومن جنوں کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔ حضرت ضمرہ بن حبیبؒ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جنیہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے۔ جیسے انسانوں کے انسان عورتوں سے۔ پھر یہی آیتیں تلاوت کیں۔ پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی اور خوبی اور حسن میں ایسی ہیں جیسے یاقوت و مرجان، یاقوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں، اس لئے مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی، پھر آپ نے آیت كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ پڑھی اور فرمایا دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں تاگہ پرو دو تو باہر سے نظر آتا ہے (ابن ابی حاتم)۔ یہ روایت ترمذی میں بھی موقوفاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے موجود ہے اور امام ترمذیؒ اسی کو زیادہ صحیح بتلاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے پیغمبر مدنی احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں اس صفت کی ہوں گی کہ ستر ستر جلے پہن لینے کے بعد بھی اُن کی پنڈلیوں کی جھلک نمودار رہے گی بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ یا تو فخر کے طور پر یا مذاکرہ کے طور پر یہ بحث چھڑ گئی کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی یا مرد؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی وہ چاند جیسی صورتوں والی ہو گی ان کے پیچھے جو جماعت جائے گی وہ آسمان کے بہترین چمکیلے تاروں جیسے چہروں والی ہو گی۔ ان میں سے ہر شخص کی دو دو بیویاں ایسی ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی بے بیوی کا نہ ہوگا۔ اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں خدا کی راہ کی صبح اور اس کی راہ کی شام ساری دنیا سے اور جو اُس میں ہے سب سے بہتر ہے۔ جنت میں جو جگہ تمہیں ملے گی اس میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اُس کی ساری چیزوں سے افضل ہے۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین و آسمان کو جگمگا دے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے۔ اُن کی ہلکی سی چھوٹی دوپٹیا بھی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گراں ہے، صحیح بخاری میں یہ حدیث بھی ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ دنیا میں جس نے نیکی کی اُس کا بدلہ آخرت میں سلوک و احسان کے سوا اور کچھ نہیں، جیسے ارشاد ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ نیکی کرنے والے کے لئے نیکی ہے اور زیادتی، یعنی جنت اور دیدار باری۔ حضورؐ نے یہ آیت تلاوت کر کے اپنے اصحابؓ سے پوچھا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسولؐ کو ہی پورا علم ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں جس پر اپنی توحید کا انعام دنیا میں کروں اُس کا بدلہ آخرت میں جنت ہے اور چونکہ یہ بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جو دراصل کسی عمل کے بدلے نہیں بلکہ صرف اُس کا احسان اور فضل و کرم ہے اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا اب تم میری کس کس نعمت سے لاپرواہی برتو گے؟ رب کے مقام سے ڈرنے والے کی بشارت کے متعلق ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی ذہن میں رہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو ڈرے گا وہ رات کے وقت ہی کوچ کرے گا اور جو اندھیری رات میں چل پڑا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا خبردار ہو جاؤ خدا کا سودا بہت گراں ہے یاد رکھو وہ سودا جنت ہے، امام ترمذیؒ اس حدیث کو غریب بتلاتے ہیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ممبر پر وعظ بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ آپ نے آیت وَلِمَنْ خَافَ پڑھی تو میں نے کہا اگرچہ چوری کی ہو؟ باقی حدیث اوپر گذر چکی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا
سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اور ان دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّا
نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہونگے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں چشمے ہونگے جوش

خَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾
مارتے ہونگے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا
سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں خوب سیرت خوب صورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سو اے جن و انس تم اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾

کون کونسی نعمتوں کو منکر ہو جاؤ گے۔ وہ عورتیں گوری رنگت کی ہونگی (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

(اور ان جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ سبز

عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾

مشجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کی فرشوں) پر تکیہ لگا کے بیٹھے ہوں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

ع ٣
١٣

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾ ع

بڑا برکت نام ہے آپکے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے

دو دوسری جنتیں

یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے اُن جنتوں سے کم مرتبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گذرا۔ اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی، جس میں ہے دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی ہوں گی۔ پہلی دو تو مقربین خاص کی جگہ ہیں اور یہ دوسری دو اصحاب یمین کی۔ الغرض درجے اور فضیلت میں یہ دو اُن دو سے کم ہیں، جس کی دلیلیں بہت سی ہیں ایک یہ کہ اُن کا ذکر اور صفت ان سے پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے اُن کی فضیلت کی۔ پھر یہاں وَمِنْ دُوْنِهِمَا فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ اُن سے کم مرتبہ ہیں، وہاں اُن کی تعریف میں ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ کہا تھا یعنی بکثرت مختلف مزے کے میووں والی شاخوں دار، یہاں فرمایا مُدْهَآمَّتٰنِ یعنی پانی کی پوری تری سے سیاہ، ابن عباسؓ فرماتے ہیں، سبز، محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں سبزی سے پُر۔ قتادہؒ فرماتے ہیں۔ اس قدر پھل پکے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے۔ الغرض وہاں شاخوں کی کثرت بیان ہوئی اور یہاں درختوں کی کثرت بیان فرمائی گئی تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اُس میں بھی بہت فرق ہے۔ اُن کی نہروں کی بابت لفظ تَجْرِيٰنِ ہے اور یہاں لفظ نَضَّاخَتٰنِ ہے یعنی ابلنے والی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نضخ سے جری یعنی ابلنے سے بہنا بہت برتری والا ہے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں یعنی پُر ہیں پانی رُکتا نہیں۔ اور لیجئے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں، اور یہاں فرمایا اُس میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت لئے ہوئے ہیں وہ قسم کے اعتبار سے اور کمیت کے اعتبار سے بھی اس سے افضلیت رکھتے ہیں کیونکہ یہاں لفظ فَاكِهَةٌ اگرچہ نکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے اس لئے عام نہ ہوگا، اسی لئے بطور تفسیر کے بعد میں نخل و رُمّان کہہ دیا۔ جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ کھجور اور انار کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ اور میووں پر انھیں شرف ہے۔ مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہاں ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ اور بہت کچھ زیادہ۔ انہوں نے کہا پھر کیا وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پسینہ آ کر سب ہضم ہو جائے گا۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جنتی کھجور کے درختوں کے ریشہ کا جنتیوں کا لباس بنے گا۔ یہ سرخ رنگ سونے کے ہوں گے۔ اس کے تنے سبز زمرد کے ہوں گے اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مسکے سے زیادہ نرم ہوں گے گٹھلی بالکل نہ ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے اتنے بڑے تھے جیسے اونٹ مع ہودج؂۔ خَيْرَاتٌ کے معنی بکثرت اور بہت حسین، نہایت نیک خلق اور بہتر خلق۔ ایک مرفوع حدیث

؂ فلسطین و شام کے علاقہ میں انار ایسے بھی ملتے رہے ہیں جن کے چھلکے کے سائے میں ایک آدمی بخوبی بیٹھ جائے دیکھو کتاب بلاد فلسطین و شام اسلئے ایسی احادیث کا انکار نہ کرنا چاہیے۔

ہیں جبھی یہ معنی، مروی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین جو گانا[عہ] گائیں گی ان میں یہ بھی ہو گا ہم خوش خلق خوبصورت ہیں جو بزرگ خاوندوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں، یہ پوری حدیث سورۂ واقعہ کی تفسیر میں ابھی آئے گی. انشاء اللہ تعالٰے یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے. پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرتے ہو؟ حوریں ہیں جو خیموں میں رہتی سہتی ہیں، یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ نیچی رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہیں. پس اپنے آپ ایک کام کو کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر فرق ہے، گو پردہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کے لئے خیرہ ہے یعنی نیک اور بہترین نورانی حور، اور ہر خیرہ کے لئے خیمہ ہے اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں جن میں سے ہر روز تحفہ کرامت ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے. نہ وہاں کوئی فساد ہے نہ سختی ہے نہ گندگی ہے نہ بدبو ہے، حوروں کی صحبت ہے جو چھوٹے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں. صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں. جنت میں ایک خیمہ ہے دُرِّ مجوف کا جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے اس کے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں جو دوسرے کونے والیوں کو نظر نہیں آتیں مومن ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا. دوسری روایت میں ہے چوڑان کا تیس میل ہونا مروی ہے. یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے. حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لؤلؤ کا ہے جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں. ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہو گا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا. چار فرسخ چوڑا جس کے چار ہزار دروازے ہونگے اور چوکھٹیں سب کی سونے کی ہوں گی. ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنٰی درجے کے جنتی کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور بہتّر بیویاں ہوں گی اور لؤلؤ و زبرجد کا محل ہوگا جو جابیہ[عہ] سے صنعا تک پہنچے. پھر فرماتا ہے ان بے مثل حسینوں کے پنڈیاں اچھوتی ہیں کسی جن وانس کا گذر ان کے پاس نہیں ہوا. پہلے بھی اس قسم کی آیت مع تفسیر گذر چکی ہے، ہاں پہلی جنتوں کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ وہاں تھا کہ وہ یاقوت و مرجان جیسی ہیں، یہاں ان کے لئے یہ نہیں فرمایا گیا، پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس کس نعمت کا انکار ہے؟ یعنی کسی نعمت کا انکار نہ کرنا چاہئے، یہ جنتی سبز رنگ اعلٰی قیمتی فرشوں غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے، تخت ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلٰی فرش ہوں گے اور بہترین منقش تکئے لگے ہوئے ہوں گے، یہ تخت اور یہ فرش اور یہ تکئے جنتی باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے یہ اعلٰی درجہ کے دھاری دار اور نقشین ریشم کے ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے، کوئی سرخ رنگ ہو گا کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ، جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلٰی اور بالا ہوں گے، دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جا سکے.

یہ بستر مخملی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خالص ہوں گے، کئی کئی رنگ کے ملے جلے نقش ان میں بنے ہوئے ہوں گے،

ابو عبیدہؒ فرماتے ہیں عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بُنے جاتے تھے، خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلٰی چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرمایا میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمرؓ کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو، یہاں بھی خیال فرمائیے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش و فروش اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلٰی ہے. وہاں بیان فرمایا گیا تھا کہ ان کے استر یعنی اندر کا کپڑا خالص دبیز عمدہ ریشم ہو گا پھر اوپر کے کپڑے کا بیان نہیں ہوا تھا کیونکہ جس کا استر اتنا اعلٰی ہے. اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ اطاعت کا صلہ سوا عنایت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ان اہل جنت کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلٰی مرتبہ و رغایت ہے، جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کا سوال کیا پھر ایمان کا پھر احسان کا، پس یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ پہلے کی دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے. اللہ تعالٰی

[عہ] ایسا گانا جیسا کہ ہر آدمی سرور و مسرت کے وقت میں کچھ نہ کچھ گنگنا لیتا ہے ظاہر ہے کہ گانے سے یہاں ممنوع اور ناجائز گانا مراد نہیں ہے۔

[عہ] جابیہ اور صنعاء دو جگہوں کے نام ہیں کافی فاصلہ ہے حدیث میں مقصود صرف طویل فاصلہ دکھانا ہے. ایسی تمام احادیث کو صحیح سمجھنا اور تفصیلات خدا تعالٰی ہی کے علم پر چھوڑنا ایمان ہے۔

کریم و وہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی اُن جنتیوں میں کرے جو اُن دو جنتوں میں ہوں گے جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے۔ آمین عہ

پھر فرماتا ہے تیرے رب ذو الجلال والاکرام کا نام بابرکت ہے وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اُس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا لحاظ کر کے اُس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گذاری کیجائے اور وہ اس قابل ہے کہ اُس کا اکرام کیا جائے۔ یعنی اس کی عبادت کیجائے اُس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کیجائے اُس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اُس کا ذکر کیا جائے اور اُسے بھلایا نہ جائے۔ وہ عظمت اور کبریائی والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو۔ اُس کی عظمت مانو وہ تمہیں بخش دیگا۔ (احمد) اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی عہ اور حامل قرآن کی جو قرآن میں کمی زیادتی نہ کرتا ہو یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کمی کرتا ہو عزت کیجائے۔ ابو یعلیٰ میں ہے یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کے ساتھ چمٹ جاؤ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذیؒ اس کی سند کو غیر محفوظ اور غریب بتلاتے ہیں، مسند احمد میں دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اُس میں یا کا لفظ نہیں، جوہریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو چمٹ جائے اُسے تھام لے تو عرب میں کہتے ہیں اَلَظَّ یہی لفظ اس حدیث میں آیا ہے، تو مطلب یہ ہے کہ الحاح و خلوص عاجزی اور مسکینی کیساتھ ہمیشگی اور لزوم سے دامنِ خدا میں لٹک جاؤ صحیح مسلم اور سنن اربع میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی ہی دیر بیٹھتے کہ یہ کلمات کہہ لیں۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الحمد للہ اللہ کے فضل و کرم سے سورۂ الرحمٰن کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۂ واقعہ مکیّہ

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے آپ نے فرمایا ہاں مجھے سورۂ ہود نے اور سورۂ واقعہ نے اور سورۂ والمرسلات نے اور سورۂ عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ نے اور سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا سہ۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عبد اللہؓ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جانبر نہ ہوئے۔ اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کی، پوچھا کسی طبیب کو بھیجدوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار ڈالا ہے، پوچھا کچھ مال بھیجدوں؟ فرمایا مجھے مال کی کوئی حاجت نہیں، کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کو کام آئے گا، فرمایا کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سنئے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہدیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

عہ اور یہی فقیر عشی کی اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے دعا ہے جسوقت یہ سطور قلم سے نکل رہی ہیں تو دار العلوم کی مسجد کے منارے سے موذن عصر کی اذان کے لئے آواز بلند کر رہا ہے زبان قلم پر یہ دعا ہے اور دل میں یہی تمنا و آرزو ہے خدا تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس دعا کو قبول فرمائیں آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم عہ مراد مسلمان عادل نیک اور متبع سنت و شریعت بادشاہ ہے۔ سہ مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال اس کی ہولناکیاں حساب و کتاب، عذاب و ثواب ہر شخص سے بلا تخصیص محاسبہ کی وہ اطلاعات ہیں جن پر ایک مومن کا نرم و گداز قلب متاثر ہوتا ہے اور قلب کے تاثر سے جسم پر ضعف و ناتوانی کے آثار ایک مشاہدہ ہے۔

کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ظبیہ بھی اس سورت کو بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ مسند احمد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو لیکن آپ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی فجر کی نماز میں آپ سورۂ واقعہ اور اسی جیسی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ① لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ② خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ③ اِذَا

جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ (بعض کو) پست کر دے گی (اور بعض کو) بلند کر دے گی جبکہ زمین

رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ④ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ⑤ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ⑥

کو سخت زلزلہ آوے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار ہو جاویں گے

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ⑦ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ⑧ وَاَصْحٰبُ

اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں والے

الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ⑨ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ⑩ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّ

ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں (اور) وہ (خدائے تعالےٰ

بُوْنَ ⑪ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ⑫

کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں (یہ مقرب) لوگ آرام کے باغوں میں ہونگے

قیامت حساب و کتاب مقربین کی جماعت اور فردوس بریں

واقعہ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے جیسے اور آیت میں ہے فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ اس دن ہونے والی ہو کر رہے گی اس واقع کا ہونا حتمی امر ہے، نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی جیسے اور آیت میں ہے اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ الخ اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ اور جگہ فرمایا سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ○ سائل کا سوال اس عذاب سے ہے جو یقیناً آنے والا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا، اور آیت میں ہے يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ الخ جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گی اسی کا قول حق ہے اسی کا ملک ہے جس دن صور پھونکا جائے گا وہ عالم غیب و ظاہر ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے، قیامت کی اطلاع غلط نہیں بلکہ وہ برحق ہے ضرور ہونے والی ہے اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے كَاذِبَةٌ مصدر ہے جیسے عَاقِبَةٌ اور عَافِيَةٌ وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے، بہت سے لوگوں کو نیچوں کا نیچ کر کے جہنم میں پہنچا دے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت و قعت تھے، اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت نعیم تک پہنچا دے گا گو دنیا میں وہ پست اور بے قدر تھے، دشمنان خدا ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور اولیاء اللہ عزیز ہو کر جنتی ہو جائیں گے، متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے گی وہ نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر ایک کو چوکنا کر دے گی وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی پھر اونچی

ہوگی اور دور والوں کو سنائے گی، زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی چپہ چپہ کپکپانے لگے گا طول و عرض زمین میں زلزلہ پڑجائے گا اور وہ بری طرح ہلنے لگ گی، یہ حالت ہوجائے گی کہ گویا چھلنی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے۔ اور آیت میں ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اور جگہ ہے یَاۤ اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ لوگو خدا سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، اور جگہ الفاظ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ۝ آئے ہیں، پس وہ مثل غبار پریشان ہوجائیں گے۔ جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے هَبَآءً ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں، نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔ مُّنْۢبَثًّا اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کردے اور پھیلا کر نیست و نابود کردے جیسے خشک پتوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کردیتی ہے اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے ٹکڑے ہوجائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہوکر بے نام و نشان ہوجائیں گے۔ لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہوجائیں گے۔ ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور وہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدمؑ کی داہنی کروٹ سے نکلے تھے اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدمؑ کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے۔ انھیں نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے یہ سب جہنمی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے محفوظ رکھے۔ تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی یہ خاص الخاص لوگ ہیں یہ اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص قرب کے مالک ہیں یہ اہل جنت کے سردار ہیں ان میں رسول ہیں انبیاء ہیں صدیق و شہداء ہیں، یہ تعداد میں بہ نسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں، پس یہ تین قسم تمام اہل محشر کی ہوجائے گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۂ ملائکہ میں فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا۔ پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔ پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں یہ اس وقت جبکہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کی وہ تفسیریں جو اس کے مطابق ہے، ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقع پر گذر چکا حضرت ابن عباسؓ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں دو گروہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں فرمایا قسم قسم کے یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم پر ہوجاؤ گے۔ یعنی اصحاب یمین اصحاب شمال اور سابقین۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرلیں اور فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں یہ سب جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کو جب ان کا حق دیا جائے تو وہ قبول کرلیں، اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کردیں، اور لوگوں کے لئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں عہ۔ سابقون کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ مثلاً انبیاء اہل علیین، حضرت یوشع بن نون جو حضرت موسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے وہ مؤمن جن کا ذکر سورۂ یاسین میں ہے۔ جو حضرت عیسیٰؑ پر پہلے ایمان لائے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان قبول کرنے میں سب پر سبقت کرگئے تھے، وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی، ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے پہل ایمان لائے تھے، وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں۔ جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل

عہ یعنی خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت کے مصداق نہوں، بلکہ عمل خیر کے خود عادی ہوں اور دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلائیں جو چیز اپنے لئے پسند کریں وہی اپنے بھائی مسلمان کے لئے بھی ان کو پسند ہو۔

میجم ہیں یعنی یہ سب لوگ سابقون ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں قرآن کریم میں اور جگہ ہے سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ الخ اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض مثل آسمان و زمین کے ہے، پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں خدا کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے، اسی لئے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا یہ مقربین خدا ہیں یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ فرشتوں نے بارگاہِ خدا میں عرض کی کہ پروردگار تو نے ابن آدمؑ کے لئے تو دنیا بنا دی ہے وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں۔ اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لئے آخرت کر دے جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی پس خدائے تعالےٰ نے فرمایا میں نے جسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اُسے اُن جیسا ہرگز نہ کروں گا جنھیں میں نے صرف لفظ کُن سے پیدا کیا، حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں ذکر کیا ہے، اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اُس کی نیک اولاد کو میں اُس جیسا نہ کرونگا جسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾

ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ

مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ

لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لیکر آمدورفت کیا کریں گے آبخورے

وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاویگا نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾

اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا اور ان کے لئے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہونگی

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا

(مراد حوریں ہیں جیسے (حفاظت کے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ ان کے اعمال کے صلے میں ملے گا (اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی

لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

بیہودہ بات پس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آوے گی۔

ایک بڑا گروہ

ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلے کے ہیں اور کچھ پچھلوں میں سے بھی ہیں۔ ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے، امام ابن جریر اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی اس قول کی صحت میں پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں، اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو اصحاب رسولؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کچھ ملال خاطر ہوا پس یہ آیت اتری ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی

تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ نصف تم ہو تم آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہوگی جن میں تم بھی شریک ہو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سن کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا اگلی امتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس سوال کے ایک سال بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر کہا کہ سنو حضرت آدمؑ سے لیکر مجھ تک ثُلّہ ہے اور صرف میری امت ثُلّہ ہے۔ ہم اپنے ثلہ کو پورا کرنے کے لئے اُن حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں[عـہ] مگر اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاشریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں، لیکن اس روایت کی سند میں کچھ کمزوری ہے، ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضورؐ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم اہلِ جنت کی چوتھائی ہو اور پھر باقی مضمون وہی ہے جو دوسری روایات میں آچکا۔ پس الحمدللہ یہ ایک بہترین خوش خوش خبری ہے امام ابن جریرؒ نے جس قول کو پسند فرمایا ہے وہ کمزور ہے، کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل واعلیٰ ہونا ثابت ہے، پھر کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ مقربین بارگاہِ احدیت اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں، ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اُن تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اور واقعہ کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانہ کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول عام طور پر مشہور ہے۔ چنانچہ حضرت حسنؒ سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گذر چکے۔ اے اللہ تو ہمیں اصحاب یمین میں کر دے، اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس امت میں سے جو گذر چکے ان میں مقربین بہت تھے۔ امام ابن سیرینؒ بھی یہی فرماتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یوں ہی ہو یعنی ہر اُمت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے، چنانچہ صحاح وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد والا پھر اس کے متصل۔ الخ ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میری اُمت کی مثال بارش جیسی ہے نہ معلوم کہ شروع زمانے کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانے کی، تو یہ حدیث جب کہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دیدیا جائے محمول ہے اس امر پر کہ جس طرح دین کو شروع کے لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں۔ اسی طرح آخر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنتِ رسول پر جمائیں اس کی روایتیں کریں، اسے لوگوں پر ظاہر کریں۔ لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخری بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اگر شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اُگیں ہی نہیں نہ اُن کی جڑیں جمیں اسی لئے حضورؐ فرماتے ہیں ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی ان کے دشمن انھیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ ان کے مخالف انھیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور وہ اسی طرح ہوں۔ الغرض یہ امت باقی تمام امتوں سے افضل واشرف ہے اور اس میں مقربینِ خدا بہ نسبت اور امتوں کے بہت ہیں، اور بہت بڑے مرتبہ والے کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی کے عالی مرتبہ ہونیکے لحاظ سے یہ سب سے بہتر ہیں۔ تواتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ہر ہزار کیساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔ طبرانی میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے

[عـہ] یعنی دنیا میں اگرچہ وہ غریب ومفلس ہیں لیکن ایمان کی دولت کیوجہ سے خدا تعالیٰ کے یہاں معزز ومحترم ہیں۔ اس دور میں غرباء کا پیشہ اونٹ چرانا تھا اسلئے حدیث میں اسی کا ذکر آگیا اسلئے حدیث کا مطلب غرباء مومنین ومسلمین ہیں، اونٹ چرانے والوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔

روز کھڑی کیجائے گی جو اس قدر بڑی اور گنتی میں زائد ہوگی کہ گویا رات آگئی زمین کے تمام کناروں کو گھیرے گی فرشتے کہنے لگیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں اُن سے بہت ہی زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بڑی جماعت اگلوں میں سے اور بہت ہی بڑی پچھلوں میں سے والی آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ حدیث ذکر کر دی جائے جو حافظ ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل نبوت میں ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے پاؤں موڑے ہوئے ہی ستر مرتبہ یہ پڑھتے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا ۔ پھر فرماتے ستر کے بدلے سات سو ہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بے خبر ہے پھر دو مرتبہ اسی کو فرماتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور چونکہ حضورؐ کو خواب اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے پوچھتے کہ کیا تم سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ابو زمل کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، فرمایا خدا خیر سے ملائے شر سے بچائے ہمارے لئے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بدتر بنائے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اپنا خواب بیان کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ ایک راستہ ہے کشادہ آسان نرم اور صاف اور بے شمار لوگ اُس راستے پر چلے جا رہے ہیں یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھوں نے ایسا لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ کبھی نہیں دیکھا پانی ہر سو رواں ہے۔ سبزے سے پٹا پڑا ہے انواع واقسام کے درخت خوش نما پھلے پھولے کھڑے ہیں اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کر لیں دائیں بائیں نہیں گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ یہاں سے گذر گئے۔ پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی، جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے تو اپنے جانوروں کو چرانا چگانا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیئے، پھر تو بہت سارے لوگ آئے جب ان کا گذر اس گل وگلزار پر ہوا تو یہ تو پھول گئے۔ اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے میں نے یہ دیکھا لیکن میں خود تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات سیڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ اُس کے اعلیٰ درجہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گوں رنگ بھری انگلیوں والے دراز قد جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہو ہو کر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور آپ کی بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے جن کے چہرے پر بکثرت تل ہیں اُن کے بال گویا پانی سے تر ہیں جب وہ باتیں کرتے ہیں تو اُن کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق وعادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ سے مشابہت رکھتے ہیں، آپ لوگ سب اُن کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں، اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اُن سے آگے ایک دُبلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے۔ میں نے دیکھا کہ گویا آپ اُسے اٹھا رہے ہیں، یہ سن کر حضورؐ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں آپ کی یہ حالت بدل گئی اور آپ نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو وہ دین ہے جسے میں لے کر خدا کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو۔ ہرا بھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے وہ دنیا ہے اور اُس کی عیش وعشرت کا دل لبھانے والا سامان میں اور میرے اصحاب تو اُس سے گذر جائیں گے نہ ہم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چمٹے گی۔ نہ ہمارا تعلق اُس سے ہوگا نہ اُس کا تعلق ہم سے، نہ ہم اُس کی تمنا کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی، پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی ان میں سے بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پا لیں گے پھر اُن کے بعد زبردست جماعت آئے گی جو اس دنیا میں بالکل مستغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے۔ یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ جس منبر کے آخری ساتویں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے میں آخری ہزار دیں سال میں ہوں میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جب وہ کلام کرتے ہیں۔ تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ انھیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی حاصل ہو چکا ہے، اور جنھیں تم نے میرے بائیں دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے تھے۔

جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں چونکہ اُن کا اکرام اللہ تعالےٰ نے کیا ہے ہم سب بھی اُن کا احترام کرتے ہیں اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سے دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہم سب اُن کا قصد کرتے ہیں اور اُن کی اقتدار اور تابعداری کرتے ہیں۔ اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اُسے کھڑی کر رہا ہوں اُس سے مراد قیامت ہے جو میری اُمت پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ اپنا خواب بیان کر دے تو حضورؐ تعبیر دے دیا کرتے تھے۔ ان کے بیٹھنے کے تخت اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے۔ یہ فعیل معنی میں مفعول کے ہے اسی لئے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے کو وضین کہتے ہیں۔ سب کے منہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پشت کئے ہوئے نہ بیٹھا ہوگا۔ وہ غلمان ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں نہ بوڑھے ہوں۔ نہ اُن میں تغیر تبدل آئے اَکْوَاب کہتے ہیں اُن کوزوں کو جن کی ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو، اور اَبَارِیْق وہ آفتابے جو ٹونٹی دار اور پکڑے جانے کے قابل ہوں۔ یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اُس کے چشمے بہ رہے ہیں۔ جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساقی اِدھر اُدھر گشت کر رہے ہوں گے۔ اس شراب سے نہ انھیں درد سر ہو نہ اُن کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل وحواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہوگی شراب میں چار صفتیں ہیں نشہ سر درد قے اور پیشاب پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں خرابیوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انھیں ملیں گے۔ جس میوے کو جی چاہے اور جس طرح کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہو جائے گا۔ یہ تمام چیزیں لئے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت ان کے ارد گرد گھومتے رہیں گے۔ تاکہ جس چیز کی جب کبھی خواہش ہو لے لیں، اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی میوے چُن چُن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے، مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی قوم کے صدقہ کے مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مہاجرین اور انصار میں تشریف فرما تھے میرے ساتھ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ تھے گویا کہ وہ ریت کے درختوں کے چرائے ہوئے نوجوان اونٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا عکراش بن ذویب فرمایا اپنا نسب نامہ دُور تک بیان کر دو! میں نے مُرّہ بن عبید تک کہہ سنایا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ زکوٰۃ مرّہ بن عبید کی ہے۔ پس حضورؐ مسکرائے اور فرمانے لگے یہ میری قوم کے اونٹ ہیں یہ میری قوم کے صدقہ کا مال ہے۔ پھر حکم دیا کہ صدقے کے اونٹوں کے نشان ان پر کر دو اور ان کے ساتھ انھیں بھی ملا دو۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا کہ ہاں چنانچہ ایک بڑے لگن میں چوری ہوئی روٹی آئی۔ آپ نے اور میں نے کھانا شروع کیا۔ میں اِدھر اُدھر سے نوالے لینے لگا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے میرا ہاتھ تھام لیا، اور فرمایا، اے عکراش یہ تو ایک قسم کا کھانا ہے، ایک ہی جگہ سے کھاؤ، پھر ایک سینی تر کھجوروں کی یا خشک کھجوروں کی آئی میں نے صرف میرے سامنے جو تھیں اُنھیں کھانا شروع کیا۔ ہاں رسول اللہ صلعم سینی کے اِدھر اُدھر سے جہاں سے جو پسند آتی تھی لے لیتے تھے اور مجھ سے بھی فرمایا۔ اے عکراش! اس میں ہر طرح کی کھجوریں ہیں جہاں سے چاہو کھاؤ، جس قسم کی کھجور چاہو لے لو۔ پھر پانی آیا پس حضورؐ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور وہی تر ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر اور سر پر تین دفعہ پھیر لئے۔ اور فرمایا، اے عکراش! یہ وضو ہے اس چیز سے جسے آگ نے متغیر کیا ہو؎ (ترمذی) اور ابن ماجہ) امام ترمذیؒ اسے غریب بتلاتے ہیں، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلعم کو خواب پسند تھا بسا اوقات آپ پوچھ لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضورؐ اُس خواب سے خوش ہوتے تو اسے بہت اچھا معلوم ہوتا ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس آئیں اور کہا یا رسولؐ اللہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینہ سے لے چلا

؎ حدیث میں کھانے کے آداب آپ نے صحابیؓ کے سامنے ارشاد فرمائے۔

اور جنت میں پہنچا دیا پھر میں نے ایک دھما کا سنا، جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی میں نے جو نظر اُٹھا کر دیکھا تو فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو دیکھا بارہ شخصوں کے نام لئے ان ہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر آنحضرت صلعم نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کر رکھا تھا، فرماتی ہیں انھیں لایا گیا یہ لوگ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اُن کی رگیں جوش مار رہی تھیں. حکم ہوا کہ انھیں نہر بیدج میں لے جاؤ یا نہر بیذج کہا جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے. پھر ایک سونے کی سینی میں گدری کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنے حسب منشاء کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چاروں طرف بچھے ہوئے تھے جس میوے کو اُن کا جی چاہتا تھا لیتے تھے اور کھاتے تھے. میں نے بھی اُن کے ساتھ شرکت کی اور میوے کھائے، مدّت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا کہ فلاں فلاں اشخاص جنھیں آپ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے. ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لئے اور یہ وہی نام تھے جنہیں ان بیوی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا. حضورؐ نے ان نیک بخت صحابیہ کو پھر بلوایا اور فرمایا، اب اپنا خواب دوبارہ بیان کرو. انہوں نے پھر بیان کیا اور اُن ہی لوگوں کے نام لئے جن کے نام قاصد نے لئے تھے. طبرانی میں ہے کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا وہیں اس جیسا دوسرا پھل لگ جائے گا، مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرندے بختی اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چگتے رہتے ہیں، حضرت صدیقؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے، آپ نے فرمایا. ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ ناز و نعمت والے ہوں گے. تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرمایا. پھر فرمایا مجھے خدا سے امید ہے کہ اے ابو بکر! تم ان میں سے ہو، جو اُن پرندوں کا گوشت کھائیں گے. حافظ ابو عبد اللہ مصری کی کتاب صفۃ الجنۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے طوبیٰ کا ذکر ہوا. پس حضورؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے دریافت فرمایا کہ ,, جانتے ہو طوبیٰ کیا ہے؟،، آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو پورا علم ہے،، آپ نے فرمایا جنت کا ایک درخت ہے، جس کے طول کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں. اس کی ایک ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال تک چلا جائے. پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو، اُس کے پتے بڑے بڑے چوڑے چوڑے ہیں. اُن پر بختی اونٹ کے برابر پرند آ کر بیٹھتے ہیں. ابو بکرؓ نے کہا پھر تو یہ پرند بڑی ہی نعمتوں والے ہوں گے. آپ نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے. اور انشاء اللہ تم بھی اُن ہی میں سے ہو. حضرت قتادہؓ سے بھی یہ پچھلا حصہ روایت ہے. ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ حضورؐ سے کوثر کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عز و جل نے عطا فرمائی ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے اس کے کنارے بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند ہیں. حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں. آپ نے فرمایا. اُن کا کھانے والا اُن سے زیادہ مزے میں ہے (ترمذی) امام ترمذیؒ اُسے حسن کہتے ہیں. ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں جنتی کے دستر خوان پر وہ آئے گا ہر پر سے اس کے ایک قسم نکلے گی. جو دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی. پھر دوسرے پر سے دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جداگانہ. پھر وہ پرند اُڑ جائے گا. یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اُس کے راوی رصافی اور اُن کے استاد دونوں ضعیف ہیں ابن ابی حاتم میں حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ جنتی پرند مثل بختی اونٹوں کے ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں.

اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں. جنتیوں کا دل جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اُس کے سامنے آ جائے گا. وہ جتنا چاہے گا جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا. پھر وہ پرند اُڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا. حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آ جائے گا ,, حُورٌ،، کی دوسری قرأت رے کے زیر سے بھی ہے. پیش سے تو یہ مطلب ہو کہ جنتیوں کے لئے حوریں ہوں گی. اور زیر سے یہ مطلب ہے کہ گویا اگلے اعراب کی ماتحتی میں، یہ اعراب بھی ہے. جیسے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ میں زیر کی قرأت ہے جیسے کہ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ ہیں، اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لئے ہوئے ہوں گے لیکن یہ اُن کے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر. واللہ اعلم.

حوریں ایسی ہوں گی جیسے تر و تازہ سفید صاف موتی ہوں۔ جیسے سورۂ صافات میں ہے کَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۔ سورۂ الرحمٰن میں بھی یہ وصف مع تفسیر گزر چکا ہے۔ یہ اُن کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے اُن کی حُسنِ کارگزاری کا انعام ہے۔ یہ جنت میں لغو بے ہودہ بے معنی خلافِ طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے، حقارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا۔ جیسے کہ ایک اور آیت میں ہے لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۔ فضول کلامی سے اُن کے کان محفوظ رہیں گے۔ نہ کوئی قبیح کلام کان میں پڑے گا۔ ہاں صرف سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے۔ جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۔ اُن کا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا۔ اُن کی بات چیت، لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾
اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بتہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ
سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا۔ اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ جو نہ ختم ہوں گے اور

وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ
نہ ان کی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ بچھے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہمنے ان کو ایسا بنایا

اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ
گروہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں، ہم عمر ہیں۔ یہ سب چیزیں داہنے والوں کیلئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا۔ اور

الْاٰخِرِيْنَ ﴿۲﴾
ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا

اصحاب یمین

سابقین کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ اب ابرار کا حال بیان فرماتا ہے جو سابقین سے کم مرتبہ ہیں۔ ان کا کیا حال ہے اور کیا نتیجہ ہے، اے سنو! یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں لیکن کانٹوں دار نہیں۔ اور پھل بکثرت اور بہترین ہیں۔ دنیا میں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں۔ جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جلتے ہوں گے۔ حافظ ابو بکر احمد بن بخارؒ نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضورؐ کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر کہا، یا رسول اللہؐ قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کونسا؟ اس نے کہا، بیری کا درخت آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مَخْضُوْدٍ نہیں پڑھا؟ اُس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہر ہر بیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے، جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا۔ یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے اس میں لفظ طلح ہے اور سدر ذائقوں کا بیان ہے۔ طلح ایک بڑا درخت ہے جو حجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے۔ یہ کانٹوں دار درخت ہے اس میں کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر میں شہادت عربی کے ایک شعر سے بھی دی ہے "مَنْضُوْدٍ"، کے معنی تہہ بتہہ پھل والا، پھلوں سے لدا ہوا ان دونوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عرب ان درختوں کی گھری اور میٹھی چھاؤں کو پسند کرتے تھے۔ یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے۔ جوہری فرماتے ہیں۔ طلح بھی کہتے ہیں اور

طلح بھی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ تو ممکن ہے کہ یہ بھی بیری کی ہی صفت ہو یعنی وہ بیریاں بے خار اور بکثرت پھل دار ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور حضرات نے طلح سے مراد کیلے کا درخت کہا ہے۔ اہل یمن کیلے کو طلح کہتے ہیں اور اہل حجاز موز کہتے ہیں۔ لمبے لمبے سایوں میں یہ ہوں گے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سائے تلے تیز سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ لیکن سایہ ختم نہ ہوگا۔ اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو۔ مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد میں بھی اور مسند ابو یعلیٰ میں بھی۔ مسند کی دوسری حدیث میں ذرا راوی کے شک کے ساتھ ہے یعنی ستر یا سو اور یہ بھی ہے کہ یہ شجرۃ الخلد ہے۔ ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے۔ پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے۔ اس کی اسناد بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعبؓ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰؑ پر اور قرآن حضرت محمدؐ پر اتارا اگر کوئی شخص نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت تک چلتا رہے جب تک وہ بوڑھا ہو کر گر جائے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ ابو حصین کہتے ہیں کہ، ایک موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے ہمارے ساتھ ابو صالح اور شقیق جہنی بھی تھے۔ ابو صالح نے حضرت ابوہریرہؓ والی مذکورہ بالا حدیث بیان کی اور کہا، کیا تو ابوہریرہؓ کو جھٹلاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ان کو تو نہیں تجھے۔ پس یہ قاریوں پر بہت گراں گزرا میں کہتا ہوں اس ثابت صحیح اور مرفوع حدیث کو جو جھٹلائے، وہ غلطی پر ہے۔ ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تنہ سونے کا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سو سو سال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ جنتی لوگ اس کے نیچے آ کر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں کسی کو دنیا کی کھیل تماشے اور دل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگنیاں باجے گاجے اور کھیل تماشوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں[عہ]۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ حضرت عمرو بن میمون یہ فرماتے ہیں۔ یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا۔ آپ سے پانچ سو سال بھی مروی ہیں۔ حسنؒ فرماتے ہیں ایک سال۔ آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سو سال منقول ہے۔ یہ سایہ کٹتا ہی نہیں۔ نہ سورج آسکے نہ گرمی ستائے فجر کے طلوع ہونے سے پیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گزر چکی ہیں جیسے نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا اور اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا وَفِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وغیرہ پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدی ہوئی زمین نہ ہوگی۔ اس کی پوری تفسیر فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ میں گزر چکی ہے۔ ان کے بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گزرا۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ جب وہاں پھل دیئے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم کو بھی دیئے گئے تھے، کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے۔ لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے۔ صحیحین میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے کہ اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے مٹکوں کے ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث میں، جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضورؐ کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ بھی ہے کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ نمازیوں نے آپ سے پوچھا حضورؐ ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا، کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی، جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا۔ اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھتے ہوئے حضورؐ آگے بڑھ گئے اور ہم بھی، پھر

[عہ] اول تو یہ اثر ہے یعنی قول آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دوسرے خود محدثین اسکو "غریب" کہتے ہیں یعنی زیادہ قابل اعتبار نہیں، اگر صحیح بھی ہو تو بس مطلب صرف اتنا ہے کہ راگ گانے بجانے دنیا کے راگ اور گانوں سے صورتاً ہی ملتے جلتے ہونگے ورنہ حقیقت تو بہت مختلف ہوگی جیسا کہ ثابت ہے کہ جنت کے پھل دنیا کے پھلوں سے بس حرف نام میں شرکت رکھتے ہیں ورنہ مزے قطعاً مختلف ہیں اسلئے ایسے آثار کو موسیقی اور فلمی گانوں وغیرہ کے جواز کیلئے استعمال کرنا بڑا ظلم ہے۔

آپ نے گویا کوئی چیز لینی چاہی، پھر پیچھے ہٹ آئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ "حضورؐ آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی" آپ نے فرمایا "میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تر و تازگی اور سبزی ہے میں نے اس میں سے ایک انگور کا خوشہ توڑنا چاہا، تاکہ لاکر تمہیں دوں پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا۔ اور اگر میں اسے تمہارے درمیان لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان کی کل مخلوق اسے کھاتی رہتی تب بھی اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی۔ اسی کے مثل حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم شریف میں بھی روایت ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے آکر آنحضرتؐ سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا۔ اور جنت کا بھی ذکر کیا۔ پوچھا کہ کیا اس میں میوے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں، وہاں طوبیٰ نامی درخت بھی ہے؟ اس کے بعد کچھ اور کہا جو مجھے یاد نہیں۔ پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں۔ کیا تو شام میں گیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزہ کہتے ہیں اس کا ایک ہی تنا ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ وہ البتہ اس کے مشابہ ہوتا ہے اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا کالا کوا[ع] مہینہ بھر تک اڑتا رہے اتنے بڑے۔ وہ کہنے لگا، اس درخت کا تنہ کسقدر موٹا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تو اپنی اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے۔ یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے۔ تب بھی اس کے تنہ کا چکر پورا نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا "اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟" آپ نے فرمایا ہاں پوچھا کتنے بڑے؟" آپ نے جواب دیا کہ "کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دیکر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟" اس نے کہا ہاں۔ فرمایا "بس اتنے ہی بڑے بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں" اس نے کہا، پھر تو ایک ہی دانہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو کافی ہے آپ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو۔ پھر یہ میوے بھی ہمیشگی والے ہیں۔ نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں، اور گرمیوں میں نہیں۔ یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں ندارد بلکہ یہ میوے دوام والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جب طلب کریں پالیں۔ خدا کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے۔ بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کی بھی آڑ نہ ہوگی نہ دوری ہوگی، نہ حاصل کرنے میں تکلیف اور تکلف ہوگا۔ بلکہ ادھر پھل توڑا، ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا جیسا کہ، اس سے پہلے حدیث میں گذر چکا۔ ان کے فرش بلند و بالا نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے۔ حضورؐ فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچسو سال کی (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے بعض اہل معانی نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی زمین و آسمان کی برابر ہے۔ یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہے کہ ہر درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے۔ پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت صرف رشدین سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں۔ یہ روایت ابن جریر، ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے۔ حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی اسّی سال کی ہے۔ اس کے بعد ضمیر لائے جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں، اس لئے کہ قرینہ موجود ہے۔ بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی۔ پس اس کی طرف ضمیر پھیر دی جیسے حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں "توارت" کا لفظ آیا ہے اور شمس کا لفظ اس سے پہلے نہیں، پس قرینہ کافی ہے۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں پہلے مذکور ہو چکا ہے وَحُوْرٌ عِيْنٌ۔ پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد کہ وہ بالکل بڑھیاں تھیں، ہم نے انہیں نوعمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا۔ وہ بوجہ اپنی ظرافت ملاحت کے حسن صورت اور حیات

[ع] کالے کوے کی تیز رفتاری مشہور ہے دمیری نے "حیوٰۃ الحیوان" کی کتاب میں لکھا ہے کہ کوا صبح کو نہایت سویرے جاگتا ہے اور جب تک دوسرے جانور جاگیں، یہ میلوں کی مسافت طے کر کے آچکا ہوتا ہے سو اسطرح کی احادیث کو خلاف عقل سمجھنا، خود خلاف عقل بات ہے آج کشمیری سیب اور ہندی سیب میں جو کچھ فرق ہے وہ سبکو معلوم ہے ہندی انار چھٹانک دو چھٹانک سے زیادہ نہیں ہوتا جبکہ قندھاری انار کا وزن سیر بھر تک پہنچ جاتا ہے ہمارے یہاں خربوزہ کا وزن زیادہ سے زیادہ سیر آدھ سیر ہے لیکن یو پی ہی میں غازی پور کے ایک ضلع میں ایک جگہ دھرتپور ہے وہاں کے ایک خربوزہ کا وزن ڈھائی سیر سے کم نہ ہوگا تو جب ہمیں مختلف آب و ہوا سے وزن اور مزہ بدل جاتا ہے تو ایک مسلسل عالم کی تبدیلی سے یہ تغیرات کیوں ممکن نہیں؟

کے خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے شوہروں کو بڑی پیاریاں ہیں سلیمان کہتے ہیں "عُرُبًا" کا مطلب ہے۔ ناز و کرشمہ والیوں کو حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انھیں نو عمر وغیرہ کر دیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا غیر تھیں اللہ تو اُن سب کو ایسی کر دے گا۔ ایک بڑھیا عورت رسولِ مقبول ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ ؐ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا۔ "اے اُمِّ فلاں جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی،" وہ روتی ہوئیں واپس ہوئیں، تو آپ نے فرمایا، "جاؤ انھیں سمجھادو! مطلب یہ ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو بڑھیا نہ ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، ہم اُنھیں نئی پیدا کریں گے، پھر باکرہ کر دیں گے (شمائلِ ترمذی وغیرہ) طبرانی میں ہے۔ حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ "حُوْرٌ عِيْنٌ" کی خبر مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ گورے رنگ کی ہیں۔ بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔ سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں، جیسے کہ گدھ کا پر۔ میں نے کہا، "لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ" کی بابت خبر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اُن کی صفائی اور جوت مثل اُس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو، جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو۔ میں نے کہا "خَيْرٰتٌ حِسَانٌ" کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا خوش خلق خوبصورت میں نے کہا "بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا۔ اُن کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اُس جھلی کے مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے۔ میں نے "عُرُبًا اَتْرَابًا" کے معنی دریافت کئے۔ فرمایا اُس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے انھیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور اپنے شوہروں سے عشق کرنے والیاں اور ہم عمر بنا دیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ؐ! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حورعین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابرا بہتر ہوتا ہے۔ میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا نمازیں، روزے اور اللہ تعالےٰ کی عبادتیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کے چہرے نور سے اُن کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں۔ سفید ریشم اور سبز ریشم اور زرد سنہرے زیور، بخوردان موتی کے، کنگھیاں سونے کی۔ یہ کہتی رہیں گی ؎

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا ✧ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ اَبَدًا
وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا ✧ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا
طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّا لَهٗ وَكَانَ لَنَا ✧

یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں، ہم ناز و نعمت والیاں ہیں کبھی مفلس اور بے نعمت نہ ہوں گی، ہم اقامت کرنے والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی، ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لئے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ اُن کے لئے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ؐ بعض عورتوں کے دو دو تین تین چار چار شوہر ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسے موت آتی ہے مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اُس کے سب خاوند بھی گئے، تو یہ کسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اُسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے، چنانچہ یہ اُن میں سے اُسے پسند کرے گی جو اُس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو۔ اللہ تعالےٰ سے کہے گی کہ اے پروردگار! یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا۔ اسی کے نکاح میں مجھے دے۔ اے اُمِّ سلمہ! حسنِ خلق دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو لئے ہوئے ہے۔

حور کی مشہور ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ؐ تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالےٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی۔ آپ فرماتے ہیں پھر میں اُنھیں جنت میں لے جاؤں گا۔ خدا کی قسم تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اُس سے بہت زیادہ اہلِ جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے۔ پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی۔ جو خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور دو دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انھیں اپنی عبادت کی وجہ سے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا۔ یہ اُس بالاخانے میں ہوگی جو یاقوت کا بنا ہوا ہوگا، اس پلنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا۔ اور جڑاؤ کیا ہوا ہوگا۔ ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوگی۔ جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوں گی کہ اُن کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا، کپڑے گوشت ہڈی کوئی چیز حائل نہ

ہو سکے گی اس قدر اس کی پنڈلی صاف اور آئینہ نما ہوگی۔ جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورہ ڈال دیں، تو وہ ڈورہ باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا۔ الغرض یہ اس کی آئینہ ہوگی۔ اور وہ اس کا۔ یہ اس کے ساتھ عیش وعشرت میں مشغول ہوگا، نہ یہ تھکے نہ وہ، نہ اس کا دل بھرے نہ اِس کا جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پلائے گا، نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گذرے۔ مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے۔ یہ یونہی مشغول ہوگا کہ کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے، مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں۔ اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا، اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی پر تجھ سے زیادہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلعم کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں قسم ہے اس خدا کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ خوب اچھی طرح بہترین طریق پر، جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پھر پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی۔ حضرت انسؓ نے پوچھا حضورؐ کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا۔ حافظ عبداللہ مقدسیؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرطِ صحیح پر ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس عُرُبًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی، یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوند ان کے عاشق۔ عکرمہؓ سے روایت ہے کہ اس کے معنی ناز و کرشمہ والی ہے، اور ایک سند سے منقول ہے کہ نزاکت والی ہے۔ تمیم بن حدلم کہتے ہیں "عُرُبًا" اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے۔ زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے۔ اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہوں "عُرُب" اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ اَتْرَاب کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی۔ اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت خُلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ بھی خوش، جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ آپس میں ان کے اندر بیر بغض حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تاکہ بے تکلفی سے ایک دوسرے سے ملیں جلیں، کھیلیں اور کودیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر رسیلے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سُریلی اور رسیلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا۔ ابویعلیٰ میں ہے کہ ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

نَحْنُ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ ⁂ خُبِئْنَا لِأَزْوَاجٍ کِرَامٍ

یعنی ہم پاک صاف خوش وضع اور خوبصورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لئے چھپا کر رکھی گئی تھیں، اور روایت میں "خَیْرَاتٌ" کے بدلے "جوار" کا لفظ آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ اصحاب یمین کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انہی کے لئے محفوظ و مصئون رکھی گئی تھیں لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہے اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ الخ کے یعنی ہم نے انھیں ان کے لئے بنایا ہے۔ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی۔ چونکہ سخت سردی تھی بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا، ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے تھے۔ اس لئے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آگئی۔ خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اسکی طرح خوبصورت، نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گذری اس نے مجھ سے کہا، "اے ابوسلیمان! ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تو مجھے تمہارے لئے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے"۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام تعلق اَتْرَابًا کے ہو یعنی ان کی ہم عمر ہوں گی جیسے کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی، ان کے چہرے چودھویں رات کی مانند روشن ہوں گے ان کے بعد والی جماعت کے بہت چمکدار ستارے جیسے روشن چہرے ہوں گے۔ یہ پاخانے پیشاب تھوک اور رینٹ سے پاک ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کے پسینے مشک کی خوشبو کی طرح ہوں گے ان کی انگیٹھیاں

لولؤ کی ہوں گی، اُن کی بیویاں حورعین ہوں گی۔ اُن سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے۔ یہ سب اپنے باپ حضرت آدمؑ کی شکل پر ساٹھ ہاتھ لمبے قد کے ہوں گے۔ طبرانی میں ہے کہ اہل جنت بے بال اور بے ریش گورے رنگ والے خوش خلق اور خوبصورت سُرمگیں آنکھوں والے، تینتیس برس کی عمر کے ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے اس کا کچھ حصّہ ترمذی میں بھی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "گو کسی عمر میں انتقال ہوا ہو، دخولِ جنت کے وقت تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے۔ اسی طرح جہنمی بھی (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کے قد ساٹھ ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہوں گے قدِ آدمؑ، حُسنِ یوسفؑ، عمرِ عیسٰیؑ یعنی تینتیس سال اور زبانِ محمدؐ یعنی عربی والے ہوں گے، بے بال کے اور سُرمگیں آنکھوں والے (ابن ابی الدنیا) اور ایک روایت میں ہے کہ دخول جنت کے ساتھ ہی اُنھیں ایک جنت کے درخت کے پاس لایا جائے گا۔ اور انھیں وہاں کپڑے پہنائے جائیں گے۔ ان کے کپڑے نہ تو بوسیدہ ہوں نہ پُرانے پڑیں نہ میلے ہوں اور اُن کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہو۔ اصحابِ یمین اگلوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں۔ ابنِ ابی حاتم میں ہے حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے بیان فرمایا وہ میرے سامنے انبیاءؑ مع اپنے تابعدار اُمتیوں کے پیش ہوئے۔ بعض نبی گذرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ راوی حدیث حضرت قتادہؓ نے اتنا بیان فرما کر یہ آیت پڑھی اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ؕ کیا تم میں سے ایک بھی رُشد و سمجھ والا نہیں؟ یہاں تک کہ حضرت موسٰے بن عمرانؑ گزرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارے بھائی حضرت موسٰی بن عمرانؑ ہیں اور اُن کے ساتھ اُن کا اتباع کرنے والی اُمّت ہے۔ میں نے پوچھا خدایا پھر میری اُمّت کہاں ہے؟ فرمایا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھو! میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ میں نے کہا ہاں خدایا خوش ہوں مجھ سے پھر فرمایا۔ اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو! میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟ میں نے کہا۔ ہاں میرے رب میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور سُنو! ان کے ساتھ ستّر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سُنکر حضرت عکاشہؓ کھڑے ہو گئے۔ یہ قبیلۂ بنو اسد سے محصن کے لڑکے تھے۔ یہ بدر کی لڑائی میں موجود تھے، عرض کی کہ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ مجھے بھی اُنہی میں شامل فرما دے۔ آپ نے دعاء کی۔ پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور کہا اے نبی اللہ! میرے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت کر گئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ لوگو تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اگر تم سے ہو سکے تو تم اُن ستّر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔ ورنہ کم سے کم داہنی جانب والوں میں سے ہو جاؤ۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی اُلجھ جاتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہی ہو گی۔ پس ہم نے تکبیر کہی۔ پھر فرمایا۔ بلکہ مجھے امید ہے، کہ تم تمام جنت کی تہائی ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ فرمایا۔ اور سُنو! تم نصف اہل جنت میں سے ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ اس کے بعد حضورؐ نے اسی آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۙ کی تلاوت کی اب ہم میں آپس میں مذاکرہ ہوا، کہ یہ ستّر ہزار کون لوگ ہوں گے، پھر ہم نے کہا، وہ لوگ جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی نہیں ہو گا۔ پس حضورؐ نے فرمایا۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔ یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہؓ کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ موجود ہے ابنِ جریرؒ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اس آیت میں پہلوں پچھلوں سے مُراد میری اُمّت کے اگلے پچھلے ہی ہیں۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ (41) فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۙ (42) وَّظِلٍّ مِّنْ

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں

يَحْمُومٍ (۵) لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ (۶) إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ (۷) وَ

سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا۔ وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور

كَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ (۸) وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک و کفر) پر اصرار کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں (ہو کر) رہ گئے

وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ (۹) أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ (۱۰) قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْ

تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کئے جاویں گے) آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور

آخِرِينَ (۱۱) لَمَجْمُوعُونَ ۙ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ (۱۲) ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ

پچھلے جمع کئے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پر پھر (جمع ہونے کے بعد) تم کو اے گمراہو جھٹلانے

الْمُكَذِّبُونَ (۱۳) لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ (۱۴) فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ (۱۵)

والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا

فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ (۱۶) فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ (۱۷) هٰذَا نُزُلُهُمْ

پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے روز

يَوْمَ الدِّينِ (۱۸)

یہ دعوت ہوگی۔

اصحاب شمال

اصحاب یمین کا ذکر کرنے کے بعد اصحاب شمال کا ذکر ہو رہا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ ان کا کیا حال ہے؟ یہ کس عذاب میں ہیں؟ پھر ان عذابوں کا بیان فرماتا ہے کہ، یہ گرم ہوا کے تھپیڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے تحت سیاہ سائے میں۔ جیسے اور جگہ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ سے لِلْمُكَذِّبِيْنَ تک فرمایا ہے۔ یعنی اس دوزخ کی طرف چلو، جسے تم جھٹلاتے تھے۔ چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھنا ہے نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے۔ وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں۔ آج تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمان ہے کہ یہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں عملنامہ دیا گیا ہے۔ یہ تحت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے، جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو۔ یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائی بیان کرنی ہو وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کرکے اس کے بعد وَلَا كَرِيْمٍ کہہ دیتے ہیں پھر اللہ تعالٰے بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو خدا کی نعمتیں انھیں ملی تھیں، ان میں یہ مست ہوگئے رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی۔ بدکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ نہ بھی رہی، "حِنْثِ الْعَظِيْمِ" سے مراد بقول حضرت ابن عباسؓ کفر و شرک ہے۔ بعض کہتے ہیں، جھوٹی قسم ہے۔ پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے اس کی تکذیب کرتے تھے، اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مرنے کے بعد مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی زندہ ہو سکتا ہے؟ و انھیں جواب مل رہا ہے کہ کل اولادِ آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر ایک میدان میں جمع ہوگی ایک وجود ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہوا اور یہاں نہ ہو جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے یہ حاضری کا دن ہے، انہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازتِ خدا لب بھی ہلا سکے۔ انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ نیک الگ اور بد علیحدہ

قیامت کا وقت معین اور مقرر ہے، کمی زیادتی تقدیم یا تاخیر اُس میں بالکل نہ ہوگی۔ پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! زقوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے۔ ان ہی سے پیٹ بوجھل کرو گے کیونکہ جبرًا وہ تمہارے حلق میں ٹھونسا جائے گا پھر اُس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو "ہیم" جمع ہے اس کا واحد "اہیم" ہے اور مؤنث "ہیماء" ہے۔ ہائم اور ہائمہ بھی کہا جاتا ہے سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں، جسے پیاس کی بیماری ہوتی ہے۔ پانی پیتا رہتا ہے لیکن سیرابی نہیں ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جہنمی جبرًا سخت گرم پانی پلائے جائیں گے۔ جو خود ایک بدترین عذاب ہوگا۔ بھلا اُس سے پیاس کیا رُکتی؟ حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے۔ اس لئے مکروہ ہے۔ پھر فرمایا۔ ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے جس طرح متقین کے بارے میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ اُن کی مہمان داری کی جگہ جنت الفردوس ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ (١٩) اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ (٢٠) ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ

ہمنے تمکو (اول بار) پیدا کیا ہی (جسکو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم (تصدیق) کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو۔ اس کو تم آدمی بنالیتے ہو یا

اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (٢١) نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (٢٢) عَلٰٓى

ہم بنانے والے ہیں۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تم اور

اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (٢٣) وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ

تم جیسے (آدمی) پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں جسکو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے

الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ (٢٤)

پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔

خالق کائنات

اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لاجواب کرنے کے لئے قیامت کے قائم ہونے کی اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے، تمہیں پیدا کردیا، تو اب فنا ہونے کے بعد جب کہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی، تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے رحم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب اُن قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں، کوئی ہاتھ نہیں، کوئی قدرت نہیں، کوئی تدبیر نہیں یہ صفت پیدا کرنا تو صرف خالق کل، اللہ رب العزت کی ہی ہے۔ ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے۔ کل آسمان و زمین والوں کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کرسکتا کہ قیامت کے دن تمہاری موت کو پیدائش میں تبدیل کرکے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کردے۔ پس جبکہ جانتے ہو اور مانتے ہو کہ ابتداءً آفرینش الٰہی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی بات ایک اور جگہ بیان ہوئی ہے وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ خدا نے ہی پہلی پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ دہرائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے۔ سورۂ یاسین میں اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ سے عَلِيْمٌ تک ارشاد فرمایا۔ یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں، پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ تم اے نبی ہمارے طرف

سے جواب دو کہ انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے پیدا کیا ہے۔ وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے۔ سورۂ قیامہ میں فرمایا اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ سے آخر سورہ تک۔ یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا پھر خون کے لوتھڑے کی صورت میں نمایاں ہوا تھا۔ پھر اللہ نے اُسے پیدا کیا، درست کیا، مرد اور عورت بنائے۔ کیا ایسا خدا مُردوں کو جلانے پر قادر نہیں۔؟

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿۶۳﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اسکو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (پیدا

حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿۶۵﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۶۷﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ

وار) کو چورا چورا کر دیں پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گذرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس

ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ﴿۶۸﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ

پانی کو تم پیتے ہو۔ اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں اگر ہم چاہیں

جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۷۰﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ﴿۷۱﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ

اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے

شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنشِـُٔونَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ

یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے سو آپ

بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾

عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے

۲ ع ۳۶ ۱۵

یہ لہلہاتی کھیتیاں

ارشادِ باری ہے کہ تم کھیتیاں بوتے ہو۔ زمین کھود کر بیج ڈالتے ہو پھر اُن بیجوں کو اُگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں بلکہ اُنھیں اُگانا اُنھیں پھل پھول دینا ہمارا کام ہے۔ ابنِ جریر میں ہے حضورؐ نے فرمایا زَرَعْتُ نہ کہا کرو بلکہ حَرَثْتُ کہا کرو۔ یعنی یوں کہو میں نے بویا۔ یوں نہ کہو کہ میں نے اُگایا[عہ]۔ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ حدیث سُنا کر پھر اِسی آیت کی تلاوت کی۔ امام حجر مدریؒ ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں کو جب پڑھتے تو کہتے بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّیْ ہم نے نہیں بلکہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہی۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اُسے بڑھائیں اور پکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھا دیں اور مضبوط نہ ہونے دیں برباد کر دیں اور بے نشان بنا دیں۔ اور تم ہاتھ ملتے ہی رہ جاؤ۔ کہ ہائے ہم پر آفت آگئی۔ ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی بڑا نقصان ہو گیا۔ نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی۔ غم و رنج سے نہ جانے کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگ جاؤ کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہیں۔ کاش کہ اس طرح کرتے یا اُس طرح کرتے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اُس وقت تم اپنے گناہوں پر نادم ہو جاؤ "تَفَكَّهُ" کا لفظ اپنے دونوں معنیٰ رکھتا ہے نفع کے اور غم کے۔ مزن بادل کو کہتے ہیں۔ پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضہ میں ہے کوئی ہے جو اُسے بادل سے اُتار لائے۔ اور جب اُتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس اور تلخی پیدا کرنے پر مجھے قدرت ہے۔ یہ میٹھا پانی بیٹھے بٹھائے میں تمہیں دوں جس سے تم نہاؤ دھوؤ اور کپڑے صاف کرو۔ کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرو۔ جانوروں کو پلاؤ۔ پھر کیا تمہیں یہی چاہئے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو؟ جناب رسولِ خدا ﷺ پانی پی کر فرمایا کرتے

[عہ] اس لئے کہ اُگانا تو خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے بندہ تو صرف بوتا ہے حدیث میں اس ادب کی تعلیم دی گئی جو ہر ایک مومن کے دل، دماغ اور زبان پر ہونا چاہئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَاہُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا. یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کے باعث اُسے کھاری اور کڑوا نہ بنا دیا۔ عرب میں دو درخت ہوتے ہیں مرخ اور عفار ان کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑ جائیں تو آگ نکلتی ہے۔ اِس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے ریندھتے ہو اور سیکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو، بتلاؤ اِس کی اصل۔ یعنی اس درخت کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں ہوں؟ اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے۔ یعنی اُسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اُس سے بچنے کی راہ لو۔ حضرت قتادہؓ کی ایک مرسل حدیث میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ لوگوں نے کہا حضورؐ یہی بہت کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں، پھر یہ سترواں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا ہے، اب یہ اس قابل ہوا ہے کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اُس کے قریب جا سکو۔ یہ مرسل حدیث مسند میں ہے اور بالکل صحیح ہے مقوین سے مراد مسافر ہیں۔ بعضوں نے کہا جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے غرضیکہ ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اُس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو۔ ہر امیر فقیر شہری، دیہاتی، مسافر، مقیم کو اس کی حاجت ہوتی ہے پکانے کے لئے تاپنے کے لئے روشنی کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ پھر خدا کی اس کریمی کو دیکھئے کہ درختوں میں لوہے میں اُس نے اِس کو رکھ دیا کہ مسافر اپنے ساتھ لے جا سکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تین چیزوں میں مسلمانوں کا برابر کا حصہ ہے، آگ، گھاس اور پانی۔ ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ ایک روایت میں اُن کی قیمت کا ذکر بھی ہے لیکن اُس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ تم سب کو چاہئے کہ اُس بہت بڑی قدرتوں کے مالک، خدا تم کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو۔ جس نے آگ جیسی جلا دینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنادی۔ جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اُسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا کہ دنیا میں رب کی اِن نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اُس کا شکر بجا لاؤ تو پھر آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں۔ دنیا میں یہ آگ اُس نے تمہارے فائدے کے لئے بنائی ہے اور ساتھ اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی تم اندازہ کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے خدا کے فرمانبردار بن جاؤ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ① وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ② اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ

سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے کہ یہ ایک مکرم قرآن ہے

کَرِیْمٌ ③ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ④ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ⑤ تَنْزِیْلٌ مِّنْ

جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ یہ رب العالمین کی طرف

رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑥ اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ⑦ وَتَجْعَلُوْنَ

سے بھیجا ہوا ہے۔ سو کیا تم لوگ اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو۔ اور تکذیب کو

رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ ⑧

اپنی غذا بنا رہے ہو۔

ستاروں کی شکست وریخت

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ خدا کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار بھی ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لَا زائد ہے۔ اور اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ الخ جواب قسم ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں وہ لَا کو زائد قرار دینے کی کوئی

وجہ نہیں۔ کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے جب کہ کسی چیز پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو۔ جیسے حضرت عائشہؓ کے اس قول میں کہ لَا وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ یعنی خدا کی قسم حضورؐ نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگایا نہیں یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ اسی طرح یہاں بھی "لا" قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زائد۔ تو کلام کا مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآنِ کریم کی نسبت ہیں کہ یہ جادو ہے یا کہانت ہے غلط ہیں۔ بلکہ یہ پاک کتاب "کلام اللہ" ہے بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے اُن کے کلام کا انکار ہے۔ پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے۔ "مَوَاقِعِ النُّجُوْمِ" سے مراد قرآن کا بتدریج اُترنا ہے لوحِ محفوظ سے تو لیلۃ القدر میں ایک ساتھ آسمانِ اوّل پر اُتر آیا۔ پھر حسبِ ضرورت تھوڑا وقت بروقت اُترتا رہا۔ یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا نزولِ قرآن ہو گیا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسمان کی جگہیں ہیں۔ مواقع سے مراد منازل ہیں۔ حسنؒ فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے۔ اس لئے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی جا رہی ہے وہ بہت بڑا امر ہے۔ یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے معظّم و محفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے۔ جسے صرف پاک ہاتھ ہی لگتے ہیں۔ یعنی فرشتوں کے ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں اُسے سب کے ساتھ لگتے ہیں۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں "مَا یَمَسُّہٗ" ہے اور ابو العالیہؒ کہتے ہیں۔ یہاں پاک سے مراد انسان نہیں انسان تو گنہگار ہے۔ یہ کفار کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان اُترتے ہیں۔ جیسے اور جگہ صاف فرمایا وَمَا تَنَزَّلَتْ بِہِ الشَّیٰطِیْنُ الخ یعنی اُسے نہ تو شیطان لے کر اُترتے ہیں، نہ اُن کے یہ لایق نہ اُن کی یہ مجال بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔ یہی قول اس آیت کی تفسیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے اور اقوال بھی اُس کے مطابق ہو سکتے ہیں۔ فرا نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اُس کا لطف صرف با ایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد جنابت اور حدث سے پاک ہونا ہے۔ گو یہ خبر ہو لیکن مراد اس سے انشا ہے اور قرآن سے مراد یہاں پر مصحف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اُسے دشمن کچھ نقصان پہنچائے (مسلم) نبی صلعم نے جو فرمان حضرت عمرو بن حزمؓ کو لکھ کر دیا تھا اس میں بھی تھا کہ قرآن کو صرف پاک ہی چھوئے۔[عہ] (موطا امام مالک) مراسیل ابو داؤد میں ہے۔ زہریؒ فرماتے ہیں میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اُس میں یہ جملہ پڑھا ہے۔ گو اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں لیکن ہر ایک محلِ نظر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہے کہ یہ قرآن شعر و سخن جادو اور فن نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی کی جانب سے اُترا ہے۔ یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے علاوہ جو اس کے خلاف ہے باطل اور یکسر مردود ہے۔ پھر تم ایسی پاک بات کا کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا اس کا شکر یہی ہے کہ تم اُسے جھٹلاؤ؟ قبیلۂ ازد کے کلام میں رزق بمعنی شکر آتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر کیا ہے۔ یعنی تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر بارش کے موقع پر بعض لوگ کفریہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے۔ موطا میں ہے۔ ہم حدیبیہ کے میدان میں تھے رات کو بارش ہوئی تھی۔ صبح کی نماز کے بعد حضورؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "جانتے ہو آج رات تمہارے رب نے کیا فرمایا؟" لوگوں نے کہا خدا کو معلوم ہے اور اُس کے رسولؐ کو۔ آپ نے فرمایا، سنو یہ فرمایا کہ "آج میرے بندوں میں سے بہت سے کافر ہو گئے اور بہت سے ایمان دار بن گئے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے پانی برسا وہ تو میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا۔ اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے سے بارش برسی، اُس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا۔" مسلم کی حدیث میں ہے کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے۔ الخ۔ ہاں یہ خیال رہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا

[عہ] قرآن مجید کو ناپاک آدمی نہ چھوئے محققین کی رائے میں یہ مسئلہ اس آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہاں دوسرے مستقل دلائل سے یہ مسئلہ امت میں متفق علیہ ہے کہ قرآن کریم کو طہارت کے بغیر چھونا ہرگز جائز نہیں۔

تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟ پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد اُفق پر نمودار ہوتا ہے چنانچہ یہی ہوا کہ اِس سوال وجواب اور استسقاء کو سات روز گزرے تھے جو پانی برسا۔ یہ واقعہ محمول ہے۔ عادت اور تجربہ پر نہ یہ کہ اس ستارے میں ہی۔ اور اس ستارے کو ہی اثر کا موجد جانتے ہو۔ اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے۔ ہاں تجربہ سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے۔ اِس بارے میں بارے میں بہت سی حدیثیں، آیت مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ کی تفسیر میں گذر چکی ہیں۔ ایک شخص کو حضورؐ نے یہ کہتے ہوئے سُن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے یہ تو اللہ کی برسائی ہوئی ہے یہ رزق اللہ ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے، "لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بارش برسائے تو بھی یہ فوراً زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں تارے نے برسایا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں، اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بنا لو۔ یعنی یوں نہ کہو کہ فلاں فراخی کا سبب فلاں چیز ہے، بلکہ یوں کہو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس یہ بھی مطلب ہے کہ اور یہ بھی کہ قرآن میں ان کا حصہ کچھ نہیں بلکہ ان کا حصہ یہی ہے کہ یہ اسے جھٹلاتے ہیں اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے:۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ⑨ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ⑩ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکا کرتے ہو اور ہم (اس وقت) اس

اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ⑪ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ⑫

(مرنے والا) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو۔ تو فی الواقع اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑬

(بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو اگر تم سچے ہو۔

سکرات موت اور انسان کی بے چارگی

اس مضمون کی آیتیں سورۂ قیامہ میں بھی ہیں۔ فرماتا ہے کہ، ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے۔ نزع کا عالم ہے۔ رُوح پرواز کر رہی ہے۔ تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ہمارے فرشتے جنھیں تم دیکھ نہیں سکتے۔ تم سے بھی زیادہ قریب اس مرنے والے کے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً الخ خدا اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اُسے مکمل فوت کر لیتے ہیں۔ پھر وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ مولائے حق کی طرف لوٹائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لینے والا ہے۔ یہاں فرماتا ہے اگر واقعی تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو۔ اگر یہ حق ہے کہ تم دوبارہ زندہ ہونے اور میدانِ قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس بات میں تم حق پر ہو، اگر تمہیں حشر ونشر کا یقین نہیں، اگر تم پر عذاب نہیں ہوگا وغیرہ۔ تو ہم کہتے ہیں، اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی، روح کو واپس اُس کی جگہ پہنچا دو۔ پس یاد رکھو جیسے اس روح کو اس جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور اسے بھی تم نے بچشم خود دیکھ لیا۔ تو یقین کرو۔ اسی طرح ہم دوبارہ اس روح کو اسی جسم میں ڈال کر نئی زندگی بخشنے پر بھی قادر ہیں۔ تمہارا نہ اپنی پیدائش میں دخل نہ مرنے میں، تو پھر دوبارہ جی اُٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ جو تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مرنے کے بعد نہیں جئیں گے۔

* * *

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ⑭ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ⑮ وَاَمَّآ

پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔ اور جو

اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ⑯ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ⑰ وَاَمَّآ اِنْ

شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لئے امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے۔ اور جو شخص جھٹلانے والوں

كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ⑱ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ⑲ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ⑳

(اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ㉑ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ㉒

بیشک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے سو اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۳
ع ۲۲
۱۶

راحتیں اور آسودگیاں

یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت سکرات دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا خدا کا مقرب ہے یا اس سے کم درجہ کا ہے جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ یا بالکل بدنصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا اور راہ حق سے غافل رہا تو فرماتا ہے جو مقربین بارگاہ خدا ہیں، جو احکام کے عامل تھے نافرمانیوں کے تارک تھے۔ انھیں تو فرشتے طرح طرح کے مژدہ اور خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براءؓ کی حدیث گزری کہ رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح پاک جسم والی روح چل راحت و آرام کیطرف چل، کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمان کی طرف۔ روح سے مراد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے۔ غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے۔ ابدی سرور اور سچی خوشی خدا کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے۔ اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت کی طرف لپکتا ہے۔ حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں، جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت مقرب خدا کی روح قبض کی جاتی ہے۔ محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے (یا اللہ! اس وقت تو ہماری مدد کر ایمان کے ساتھ اٹھا اور اپنی رضامندی کی خوشخبری سنا کر سکون وراحت کے ساتھ یہاں سے لے جا۔ آمین) گو سکرات کے وقت کی احادیث سورۂ ابراہیمؑ کی آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ کی تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن کیونکہ یہ اُن کا بہترین موقعہ ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموتؑ سے فرماتا ہے۔ میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اُسے میرے دربار میں لے آ۔ میں نے اُسے راحت، آرام تکلیف، خوشی ناخوشی؛ غرض ہر آزمائش میں آزما لیا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا بس اب میں اُسے اَبدی راحت دینا چاہتا ہوں اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔ ملک الموت پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لیکر اسکے پاس آتے ہیں گو ریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں، ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں آتی ہیں الخ مسند احمد میں ہے۔ حضورؐ کی قرأت "فُرُوْحٌ" رے کے پیش سے تھی، لیکن تمام قاریوں کی قرأت رے کے زبر سے ہے "فَرُوْحٌ" مسند میں ہے حضرت امّ ہانی نے رسول مقبولؐ سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے؟ اور ایک

اور یہی دعا رعشی کی بھی اپنے پاک پروردگار سے ہے اے اللہ اے قادر اے مقتدر اے توانا۔ اے عزیز اے غالب اے دعاؤں کو قبول کرنے والے رب الدعوات جس وقت یہ سطور زیر قلم ہیں جمعہ کا مقدس دن ہے جسمیں مقبول دعاؤں کا وعدہ ہے اے اللہ موت، سکرات، نزع، قبر، برزخ، عالم آخرت اس دنیا میں آپکے بے پایاں رحمتیں ہر وقت شامل حال رہیں اے اللہ اس دنیا میں ہر فتنہ سے بچانا اور موت اور مابعد بھی ہر فتنہ سے حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ عند الموت حسبی اللہ عند المسئلۃ فی القبر حسبی اللہ عند المیزان حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی، جو درختوں کے میوے چُگے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اُس وقت اپنے جسم میں چلی جائے گی اس حدیث میں ہر مومن کے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔ مسند احمد میں بھی اِس کی تائید میں ایک حدیث ہے، جس کی اسناد بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے، اور صحیح روایت میں ہے۔ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں، ساری جنّت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں۔ اور عرش تلے لٹکی ہوئی قندیلوں میں آ بیٹھتی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمٰنؒ بن ابولیلیٰؒ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے۔ آپ کی عمر اُس وقت بڑھاپے کی تھی۔ سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اسی اثنا میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی، کہ "حضورؐ نے فرمایا جو اللہ تعالےٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اُس سے ملنا چاہتا ہے اور جو خدا سے ملنے کو بُرا جانتا ہے۔ اللہ بھی اُس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے۔ صحابہؓ یہ سُنکر سر جُھکا کر رونے لگے۔ آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ صحابہؓ نے کہا حضورؐ ہم موت کو کون پسند کرتا ہے؟ فرمایا سُنو سُنو! مطلب سکرات کے وقت سے ہے۔ اُس وقت نیک مقرّب بندے کو تو راحت و انعام اور آرام وہ جنّت کی خوشخبری سُنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس خدا بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بدعمل بندہ ہے تو اُسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بیزار ہو جاتا ہے اور اُس کی روح رونگٹے رونگٹے میں چھپنے اور اٹکنے لگتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے حضورؐ میں حاضر نہ ہووے۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں سے ہے تو موت کے فرشتے سلام کہتے ہیں۔ تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ اللہ کے عذاب سے تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اُسے سلام کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ یعنی سچے پکے توحید والوں کے پاس اُن کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انھیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں۔ کچھ رنج وغم نہ کر، جنّت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے، دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کے لئے موجود ہیں، جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے۔ جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی غفور و رحیم خدا کے تم ذی عزت مہمان ہو۔ بخاری میں ہے۔ یعنی تیرے لئے سلامتی ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دُعا کے معنی میں ہو واللہ اعلم۔ اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اُس کی ضیافت اس گرم حمیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تک جھلسا دے۔ پھر چاروں طرف سے جہنم کی آگ گھیرے گی جس میں جلتا بُھنتا رہے گا پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں، جن کے حق ہونے کوئی شبہ نہیں۔ پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح کرتا رہ۔ مسند میں ہے اس آیت کے اُترنے پر آپ نے فرمایا۔ اسے رکوع میں رکھو۔ اور پھر اسم ربک الاعلیٰ نازل ہونے پر فرمایا۔ اُسے سجدے میں رکھو۔ آپ فرماتے ہیں جس نے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ کہا، اس کے لئے میں ایک درخت لگایا جاتا ہے (ترمذی) صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا دو کلمے ہیں، جو زبان پر ہلکے ہیں، میں بوجھل ہیں، خدا کو بہت پیارے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

الحمدللہ سورۂ واقعہ کی تفسیر ختم ہوئی، اللہ تعالےٰ قبول فرمائے (اور ہمارے کل واقعات کا انجام بخیر کرے)

تفسیر سورۂ حدید مدنیہ

ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہؐ سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کا شروع سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ ہے اور فر
تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ جس آیت کی فضیلت اِس حدیث میں بیان ہوئی ہے غالباً وہ آ
ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ الخ ہے۔ واللہ اعلم! اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے۔ انشاء اللہ تو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ

کی وہی حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے

وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③

اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

تسبیح رب

تمام حیوانات سب نباتات اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمینیں اور اُن کی مخلوق اور ہر ہر چیز اُس کی ستائش کرنے میں مشغول ہے۔ گو تم اُن کی تسبیح نہ سمجھ سکو۔ خدا حلیم و غفور ہے اس کے سامنے ہر کوئی پست و عاجز و لاچار ہے اُس کی مقرر کردہ شریعت اور اُس کے احکام حکمت سے پُر ہیں۔ حقیقی پادشاہ جس کی ملکیت میں آسمان و زمین ہیں وہی ہے۔ خلق میں متصرف وہی ہے۔ زندگی موت اُسی کے قبضہ میں ہے وہی فنا کرتا ہے۔ وہی پیدا کرتا ہے جسے جو چاہے عنایت فرماتا ہے ہر چیز پہ قدرت رکھتا ہے۔ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کی آیت هُوَ الْاَوَّلُ وہ آیت ہے جس کی بابت اوپر کی حدیث میں گزرا کہ ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ حضرت ابو زمیلؒ حضرت ابن عباسؓ سے کہتے ہیں کہ میرے دل میں ایک شبہ ہے۔ لیکن زبان پر لانے کو جی نہیں چاہتا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے مسکرا کر فرمایا۔ شاید کچھ شک ہوگا جس سے کوئی نہیں بچا۔ یہاں تک کہ قرآن میں ہے فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الخ یعنی اگر جو کچھ جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اُس میں شک ہو، تو تجھ سے پہلے جو کتاب پڑھتے ہیں، اُن سے پوچھ لے الخ۔ پھر فرمایا جب تیرے دل میں کوئی شک ہو تو اس آیت کو پڑھ لیا کر وَهُوَ الْاَوَّلُ الخ۔ اس آیت کی تفسیر میں دس سے اوپر اوپر اقوال ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ یحییٰ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن سے مُراد از روئے علم ہر چیز پر ظاہر اور پوشیدہ ہونا ہے۔ یہ یحییٰ زیاد فراء کے لڑکے ہیں۔ ان کی ایک تصنیف ہے۔ جس کا نام معانی القرآن ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہؐ سونے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ لَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔ اے اللہ تو اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب، اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات و انجیل کے اتارنے والے اے دانوں اور گٹھلیوں کو اگانے والے، تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور ہر اُس چیز کی بُرائی سے کہ اُس کی چوٹی تیرے ہاتھ ہے تو اوّل ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں ہمارے قرض ادا کرا دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے کہ سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم۔ ابو یعلیٰ میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کے حکم سے آپ کا بسترہ قبلہ رُخ بچھایا جاتا۔ آپ اپنے داہنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر آرام فرماتے۔ پھر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہتے۔ لیکن آخر رات میں با آواز بلند یہ دعا پڑھتے جو اوپر بیان ہوئی الفاظ میں کچھ تغیر یہاں بھی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں جامع ترمذی میں ہے کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ

کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک بادل سر پر آگیا آپ نے فرمایا جانتے ہو، یہ کیا ہے؟ صحابہؓ نے باادب جواب دیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، فرمایا اسے عنان کہتے ہیں یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں اور لوگوں پر بھی یہ برسائے جاتے ہیں جو نا خدا کے شکر گزار ہیں نہ خدا کے پکارنے والے۔ پھر پوچھا۔ معلوم ہے تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اُس کا رسول زیادہ باخبر ہے۔ فرمایا بلند محفوظ چھت اور لپٹی ہوئی موج جانتے ہو۔ تم میں اور اُس میں کس قدر فاصلہ ہے؟ وہی جواب ملا۔ فرمایا پانچ سو سال کا راستہ۔ پھر پوچھا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہؓ نے پھر اپنی لاعلمی اُن ہی الفاظ میں ظاہر کی تو آپ نے فرمایا اس کے اوپر پھر دوسرا آسمان ہے اور ان دونوں آسمانوں میں بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح آپ نے سات آسمان گنوائے، اور ہر دو میں اتنی ہی دوری بیان فرمائی۔ پھر سوال کیا اور جواب سُنکر فرمایا۔ اس ساتویں کے اوپر اتنے ہی فاصلہ سے عرش ہے پھر پوچھا، جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ اور وہی جواب سُنکر فرمایا دوسری زمین ہے۔ پھر سوال و جواب کے بعد فرمایا۔ اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں زمینوں کے درمیان بھی پانچسو سال کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح سات زمینیں، اسی فاصلہ کے ساتھ ایک دوسری کے نیچے بتلائیں۔ پھر فرمایا اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تم کوئی رسی سب سے نیچے کی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ بھی اللہ کے پاس پہنچے گی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ اس کے راوی حسنؒ کا اُسے اپنے استاد حضرت ابوہریرہ رضہ سے سُننا ثابت نہیں جیسے کہ ایوب یونس اور علی بن زید محدثینؒ کا قول ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد رسی کا اللہ تعالےٰ کے علم قدرت اور غلبے تک پہنچنا ہے (نہ کہ ذاتِ باری تک تعالےٰ اللہ) خدائے تعالےٰ کا علم اور اُس کا غلبہ اور سلطنت بیشک ہر جگہ ہے لیکن وہ اپنی ذات سے عرش پر ہے جیسے کہ اس نے اپنا یہ وصف اپنی کتاب میں خود بیان فرمایا ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے اور اُس میں دو دو زمینوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کا بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے۔ لیکن ابن ابی حاتم میں رسی لٹکانے کا جملہ نہیں اور ہر دو زمین کے درمیان کی دوری اُس میں بھی پانچسو سال کی بیان ہوئی ہے۔ امام بزارؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی آنحضرتؐ سے بجز حضرت ابوہریرہؓ کے اور کوئی نہیں ابن جریر میں یہ حدیث مرسلاً موجود ہے۔ یعنی حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں، ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں، صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ممکن ہے یہی ٹھیک ہو واللہ اعلم۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث روایت ہے لیکن اس کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہے بلکہ متن میں غرابت ونکارت ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریرؒ یہ آیت وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کی تفسیر میں حضرت قتادہؒ کا قول لائے ہیں کہ آسمان وزمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی، آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ تو ایک نے کہا۔ ساتویں آسمان سے مجھے خدائے عزوجل نے بھیجا ہے۔ اور میں نے خدا کو وہیں چھوڑا ہے۔ دوسرے نے کہا۔ ساتویں زمین سے مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا تھا اور خدا وہیں تھا۔ تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا۔ چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اُسے وہیں چھوڑ کر آرہا ہوں لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہؒ والی اوپر کی روایت جو مرسلاً بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہؒ کا اپنا قول ہو جیسے یہ قول خود قتادہؒ کا اپنا ہے واللہ اعلم۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِؕ
وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا۔۔ وہ
یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا
سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز
یَعْرُجُ فِیْهَاؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ لَهٗ مُلْكُ
اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے اسی کی سلطنت ہے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ

اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جاویں گے۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا (کہ جس سے دن بڑا ہو جاتا

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہوجاتی ہے) اور وہ دل کی باتوں (تک) کو جانتا ہے۔

صرف چھ روز میں

اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر جلوہ افروز ہونا سورۂ اعراف کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُسے بخوبی علم ہے کہ اس قدر بوندیں بارش کی زمین میں گئیں، کتنے دانے زمین میں پڑے، اور کیا چارے پیدا ہوئے، کس قدر کھیتیاں ہوئیں اور کتنے پھل پیدا ہوئے، جیسے اور آیت میں ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الخ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں بجز اُس کے اور کوئی جانتا ہی نہیں۔ وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے۔ کسی پتے کا گرنا بھی اُس کے علم سے باہر نہیں۔ زمین کی اندھیریوں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی بارش، اولے اور برف اور تقدیریں اور احکام جو بذریعہ بزرگ فرشتوں کے نازل ہوتے ہیں سب اُس کے علم میں ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ گذر چکا ہے کہ خدا کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو خدا کی بتلائی ہوئی جگہ میں پہنچا دیتے ہیں۔ آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اُس کے وسیع علم میں ہیں۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے۔ رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اُس کی جناب میں پیش کردئے جاتے ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ یعنی تمہارا نگہبان ہے تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خواہ خشکی میں ہو، خواہ تری میں ہو، راتیں ہوں یا دن ہوں، تم گھر میں ہو یا جنگل میں ہو، ہر حالت میں اس کے علم کے لئے یکساں ہر وقت اُس کی نگاہیں اور اُس کا سننا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے تمام کلمات وہ سنتا رہتا ہے تمہار احوال وہ دیکھتا رہتا ہے۔ تمہارے چھپے کھلے کا اُسے علم ہے جیسے فرمایا ہے کہ اس سے جو چھپنا چاہے اُس کا وہ فعل فضول ہے بھلا ظاہر و باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے پوشیدہ باتیں اور ظاہر باتیں راتوں کو دن کو جو بھی ہوں، سب اُس پر روشن ہیں۔ سچ ہے وہی رب ہے وہی معبود برحق ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جبرئیلؑ کے سوال پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا . . . . . . تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ ایک شخص آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا حکمت کا توشہ دیجئے کہ میری زندگی سنور جائے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لحاظ کر اور اُس سے اس طرح شرما جیسے کہ تو اپنے کسی نزدیکی نیک قرابت دار سے شرماتا ہو جو تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو۔ یہ حدیث ابو بکر اسماعیلی نے روایت کی ہے۔ سند غریب ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے تین کام کر لئے اُس نے ایمان کا مزہ اٹھا لیا ایک اللہ کی عبادت کی، دوسرا اپنے مال کی زکوٰۃ ہنسی خوشی فراخ دلی اور رضامندی سے ادا کی۔ جانور اگر زکوٰۃ میں دیئے ہیں تو بوڑھے بے کار، دبلے پتلے اور بیمار نہ دے بلکہ متوسط درجہ کے راہِ خدا میں دے۔ اور اپنے نفس کو پاک کیا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضورؐ نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس رکھے اور یقین و عقیدہ رکھے کہ ہر جگہ خدا اُس کے ساتھ ہے (ابو نعیم) اور ایک حدیث میں ہے۔ افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حماد) حضرت امام احمدؒ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہتے تھے ؎

اِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ ✦ خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبٌ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً ✦ وَلَا اَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيْبُ

یعنی جب تو بالکل تنہائی اور خلوت میں ہو اُس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں۔ بلکہ کہتا رہ کہ مجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تو کسی ساعت اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ، اور مخفی سے مخفی کام کو اُس پر چھپا ہوا نہ سمجھ۔ پھر فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کا مالک وہی ہے، جیسے اور آیت میں ہے۔

وَاَنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی دنیا آخرت کی ملکیت ہماری ہی ہے۔ اُس کی تعریف اس پادشاہت پر بھی کرنی ہمارا فرض ہے۔ فرماتا ہے وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ وہی معبود برحق ہے اور وہی سزاوار حمد وثنا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس کی ملکیت میں آسمان وزمین کی تمام چیزیں ہیں اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہ دانا اور وہ خبردار ہے پس ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے اسی کی بادشاہت میں ہے۔ ساری آسمان وزمین کی مخلوق اس کی غلامی میں ہے اور اُس کی خدمت گذار اور اُس کے سامنے پست ہے جیسے فرمایا کہ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا الخ آسمان وزمین کی کل مخلوق رحمٰن کے سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والی ہے۔ ان سب کو اُس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے۔ اُس کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں۔ اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم دیتا ہے۔ وہ عادل ہے ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ ایک نیکی کو دس گنا بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ ارشاد ہے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الخ قیامت کے روز ہم عدل کی ترازو رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رائی کے برابر کا عمل بھی ہم سامنے لا رکھیں گے۔ اور ہم حساب کرنے اور لینے میں کافی ہیں۔ پھر فرمایا خلق میں تصرف بھی اسی کا چلتا ہے۔ دن رات کی گردش بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنی حکمت سے گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ کبھی کے دن لمبے کبھی کی راتیں، اور کبھی دونوں یکساں، کبھی جاڑا کبھی گرمی کبھی بارش، کبھی بہار، کبھی خزاں، اور یہ سب بندوں کی خیرخواہی اور اُن کی مصلحت کے لحاظ سے ہے۔ وہ دلوں کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں اور دور کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (ایمان لا کر) جس مال میں تمکو اس نے قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اسکی راہ میں) خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور

اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ

خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہو گا۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تمکو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان

وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ

لاؤ اور خود خدا نے تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو۔ وہ (رحیم) ایسا ہے کہ اپنے بندے (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر وجہل

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ

کی) اندھیریوں سے روشنی کی طرف لاوے اور بیشک اللہ تو تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ

میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جاویگا۔ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے

قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ

اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالے نے

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑩ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ

بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالے کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ کوئی شخص ہے جو اللہ تعالے کو اچھی طرح قرض کے

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑪

طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس دیئے ہوئے کے ثواب کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جاوے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔

دعوت ایمان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اوپر اور اپنے رسولؐ کے اوپر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی و مداومت کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گزاری میں اسے خرچ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائیگا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے بہت نزدیکی حاصل کرے۔ اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدمستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کر دے اور اس کی برائیوں کا باعث تو بنے، نہ تو چھوڑتا نہ وہ اڑاتا۔ حضورؐ سورۂ اَلْهٰكُمُ پڑھ کر فرمانے لگے "انسان گو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے وہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھا لیا پہن لیا۔ صدقہ کر دیا۔ کھایا ہوا فنا ہو گیا، پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا۔ ہاں راہِ خدا میں دیا ہوا بطور خزانہ کے جمع رہا (مسلم) اور جو رہ گیا وہ تو اوروں کا مال ہے تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔"

پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کونسی چیز روکتی ہے؟ رسول تم میں موجود ہیں اور تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں، دلائل دے رہے ہیں اور معجزے دکھا رہے ہیں صحیح بخاری کی شرح کے ابتدائی حصے کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضورؐ نے پوچھا سب سے زیادہ اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ کہا پھر انبیاء، فرمایا، ان پر تو وحی اور کلام خدا اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ کہا پھر ہم؟ فرمایا واہ تم ایمان سے کیسے رک سکتے تھے؟ میں تم میں زندہ موجود ہوں سنو! بہترین اور عجیب تر ایمان دار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے، صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے، اور ایمان قبول کریں گے۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں آیت اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کی تفسیر میں بھی ہم ایسی احادیث لکھ آئے ہیں۔ پھر انہیں روزِ میثاق کا قول و قرار یاد دلاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ الخ اس سے مراد رسولِ خدا سے بیعت کرنا ہے اور امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں مراد وہ میثاق ہے جو حضرت آدمؑ کی پیٹھ میں ان سے لیا گیا تھا۔ مجاہدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ واللہ اعلم۔ وہ خدا جو اپنے بندے پر روشن حجتیں اور بہترین دلائل اور عمدہ آیتیں نازل فرماتا ہے، تاکہ ظلم و جور کی گھنگور گھٹاؤں اور رائے و قیاس کی بدترین اندھیریوں سے تمہیں نکال کر نورانی اور روشن اور صاف سیدھی راہِ حق پر لا کھڑا کر دے۔ خدا رؤف ہے ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں، رسول بھیجے شک و شبہ دور کر دیئے، ہدایت کی وضاحت کر دی ایمان اور خیرات کا حکم کر کے، پھر ایمان کی رغبت دلا کر اور یہ بیان فرما کر کہ ایمان نہ لانے کا اب کوئی عذر میں نے باقی نہیں رکھا۔ پھر صدقات کی رغبت دلائی اور فرمایا میری راہ میں خرچ کرو اور غربت سے نہ ڈرو، اس سے جس راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ زمین و آسمان کے خزانوں کا تنہا مالک ہے۔ عرش و کرسی اسی کی ہے اور وہ تم سے اس خیرات کے بدل کا وعدہ کر چکا ہے فرماتا ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔ جو کچھ تم راہِ اللہ دو گے اس کا بہترین بدلہ وہ تمہیں دے گا اور روزی رساں درحقیقت وہی ہے۔ اور فرماتا ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔ یہ فانی مال تم خرچ کرو گے وہ اپنے پاس سے ہمیشہ رہنے والا مال تمہیں دے گا توکل والے خرچ کرتے رہتے ہیں اور مالکِ عرش ان کو تنگدستی سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان کو اس بات کا اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے فی سبیل اللہ خرچ کردہ مال کا بدلہ دونوں جہان میں ہمیں یقیناً مل کر رہے گا۔ پھر اس امر کا بیان ہو رہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہِ اللہ اپنے مال خرچ کئے اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا، گو فتح مکہ ہونے کے بعد کیا ہو، یہ دونوں برابر نہیں ہیں اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی اور لاچاری زیادہ تھی اور قوت و طاقت کم تھی اور اس لئے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا۔ اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی۔ ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے۔ انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں بعضوں نے کہا ہے فتح سے مراد "صلح حدیبیہ" ہے۔ اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے

بھی ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ اختلاف ہو گیا جس میں حضرت خالدؓ نے فرمایا "تم اسی پر اکڑ رہے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے" جب حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا "میرے صحابہؓ کو میرے لئے چھوڑ دو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اُحد کے یا کسی اور پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو بھی اُن کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد کا ہے اور آپ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اور یہ اختلاف جس کا ذکر اس روایت میں ہے۔ بنو جذیمہ کے بارے میں ہوا تھا حضورؐ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالدؓ کی امارت میں ان کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو اُن لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ہم مسلمان ہو گئے۔ لیکن اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یہ تو نہ کہا کہ ہم اسلام لائے بلکہ کہنے لگے ہم صابی ہوئے یعنی بے دین ہوئے اس لئے کہ کفار مسلمانوں کو یہی کہا کرتے تھے۔ حضرت خالدؓ نے (غالباً) اِس کلمہ کا اصل مطلب نہ سمجھ کر اُن کے قتل کا حکم دیدیا بلکہ اُن کے جو لوگ گرفتار کر لیے گئے تھے اُنھیں قتل کرنے کو فرمایا، اس واقعہ پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اُن کی مخالفت کی۔ اس واقعہ کا مختصر بیان اوپر والی حدیث میں ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی اُن کے کم سے کم ثواب کو نہیں پہنچے گا بلکہ ڈیڑھ پاؤ کو بھی نہ پہنچے گا۔ ابن جریر میں ہے حدیبیہ والے سال ہم حضورؐ کے ساتھ جب عسفان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ "ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو اُن کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے" ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا "نہیں بلکہ یمنی، نہایت نرم دل اور نہایت خوش اخلاق سادہ مزاج" ہم نے کہا حضورؐ پھر کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ "اگر اُن میں سے کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اُسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤ بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے" پھر آپ نے اسی آیت لَا یَسْتَوِیْ کی تلاوت کی۔ لیکن یہ روایت غریب ہے صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں اُن کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے مقابلے پر حقیر اور کمتر شمار کرو گے وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے[عہ]۔ ابن جریر میں ہے عنقریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کمتر سمجھنے لگو گے جب اُن کے اعمال سے موازنہ کرو گے صحابہؓ نے پوچھا کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں، وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں والے ہیں اور آپ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر فرمایا وہ یمنی لوگ ہیں، ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے۔ ہم نے پوچھا کیا وہ ہم سے بھی افضل ہوں گے؟ فرمایا اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اُسے وہ راہِ خدا میں دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مُد یا آدھے مُد کو بھی نہیں پہنچ سکتا پھر آپ نے اپنی اور انگلیاں تو بند کر لیں اور چھنگلیا کو دراز کر کے فرمایا خبردار رہو یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیدی ہو۔ جیسے کہ سورۂ مزمل میں جو اُن ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ شریف میں نازل ہوئی تھیں، پروردگار نے خبر دی تھی کہ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس جس طرح اس آیت میں ایک آنیوالے واقعہ کا تذکرہ کا ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے، واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اُس کے بعد بھی جس نے جو کچھ راہ اللہ دیا ہے اس کا اجر وہ پائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو بہت زیادہ دیا جائے کسی کو اُس سے کم۔ جیسے اور جگہ ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد جو عذر والے بھی نہ ہوں درجے میں برابر نہیں گو بھلے وعدے میں دونوں شامل ہیں۔ صحیح حدیث ہے۔ قوی مومن

[عہ] گویا اس حدیث میں خارجیوں کی تعریف نہیں بلکہ مذمت ہے۔ یعنی باوجودیکہ وہ عبادت بے پناہ کرتے ہوں گے تاہم عقائد صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ان کی یہ عبادت قطعاً مفید نہیں بلکہ مضر ہے بخلاف ان احادیث کے جن میں یمنیوں کا ذکر ہے کہ اس میں اہل یمن کی تعریف ہے۔ کیونکہ وہ جہاد وغیرہ میں خوب حصہ لے سکتا ہے۔ حدیث سے یہ سمجھ کر موٹا ہونا یا پہلوان بننا اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرنا اور پھر بھی اس حدیث کا خود کو مستحق سمجھنا جہالت ہے۔

خدا کے نزدیک ضعیف مومن سے افضل ہے۔ لیکن بھلائی دونوں میں ہے۔ اگر یہ فقرہ اس آیت میں نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کسی کو ان کے بعد والوں کی ہلکی کا خیال گزرے۔ اس لئے فضیلت بیان فرما کر پھر عطف ڈال کر اصل اجر میں دونوں کو شریک بتایا۔ پھر فرمایا۔ تمہارے تمام اعمال کی تمہارے رب کو خبر ہے۔ وہ درجات میں جو تفاوت رکھتا ہے وہ بھی اندازے سے نہیں بلکہ صحیح علم سے۔ حدیث شریف میں ہے ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بڑے مصداق حضرت ابوبکر صدیق ہیں اس لئے اس پر عمل کرنے والے تمام انبیاء کی امت کے سردار آپ ہیں۔ آپ نے ابتدائی تنگی کے وقت اپنا کل مال راہ اللہ دیدیا تھا جس کا بدلہ بجز خدا کے کسی اور سے مطلوب نہ تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں دربار رسالت مآب تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ بھی تھے صرف ایک عبا آپ کے جسم پر تھی۔ گریبان کانٹے سے اٹکائے ہوئے تھے جو حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے صرف ایک عبا پہن رکھی ہے اور کانٹا لگا رکھا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا انہوں نے اپنا کل مال میرے کاموں میں فتح سے پہلے ہی راہ اللہ خرچ کر ڈالا ہے، اب ان کے پاس کچھ نہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا۔ ان سے کہو کہ خدا انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا اس فقیری میں تم مجھ سے خوش ہو یا ناخوش ہو؟ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے واقعہ بیان کیا اور جواب مانگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے رب عزوجل سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں بلکہ میں تو اس حال میں بہت خوش ہوں۔ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے اس سے مراد خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا ہے، بعضوں نے کہا ہے بال بچوں کو کھلانا پلانا وغیرہ خرچ مراد ہے ہو سکتا ہے کہ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے دونوں صورتوں کو شامل ہو۔ پھر اس پر وعدہ فرماتا ہے کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر بدلہ ملے گا اور پاکیزہ تر روزی جنت میں ملے گی۔ اس آیت کو سن کر حضرت ابو وحداح انصاری حضورؐ کے پاس آئے اور کہا "کیا ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے؟" آپ نے فرمایا۔ ہاں پھر انہوں نے عرض کیا کہ ذرا اپنا ہاتھ تو دیجئے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ میرا باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں وہ میں نے اپنے رب کو دیا آپ کے بیوی بچے بھی اسی باغ میں تھے آپ آئے اور باغ کے دروازہ پر کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی۔ وہ لبیک کہتی ہوئی آئیں تو فرمانے لگے بچوں کو لے کر چلی آؤ۔ میں نے یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دیدیا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگیں کہ آپ نے بہت نفع کی تجارت کی۔ اور بال بچوں کو اور گھر کے اثاثہ کو لے کر باہر چلی آئیں۔ حضورؐ فرمانے لگے جنتی درخت وہاں کے باغات جو میووں سے لدے ہوئے اور جن کی شاخیں یاقوت اور موتی کی ہیں، ابو وحداح کو خدا نے دیدیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۲) يَوْمَ يَقُوْلُ

ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے (اور یہ وہ دن ہوگا)

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا

جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں کو (پل صراط پر) کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں ان کو جواب دیا جاوے گا کہ تم

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ

اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو پھر ان (فریقین) کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا

ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ

(جس کی کیفیت یہ ہوگی کہ) اس کی اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ منافق (ان کو) پکار کر کہیں گے کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ (مسلمان) کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو سہی

اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّکُمْ

لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک رکھتے تھے اور تمکو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہانتک کہ تم پر خدا کا حکم آپہنچا اور تمکو

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۴ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

دھوکہ دینے والے (یعنی شیطان) نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے

مَاْوٰىکُمُ النَّارُ هِیَ مَوْلٰىکُمْ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۵

تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہی تمہارا رفیق ہے۔ اور وہ (واقعی) برا ٹھکانہ ہے۔

وہ دن

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں سے نیک اعمال کے مطابق انھیں نور ملے گا۔ جو قیامت کے دن اُن کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں۔ ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجور کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر۔ سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہوگا۔ اُس کے پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا۔ جو کبھی روشن ہوتا ہوگا اور کبھی بجھ جاتا ہوگا۔ (ابن جریر) حضرت قتادہ رضؓ فرماتے ہیں۔ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہوگا کہ جس قدر مدینہ سے عدن کا فاصلہ ہے اور آبین دور ہے اور صنعاء کا فاصلہ ہے۔ بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہانتک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے صرف اُن کے دونوں قدموں کے پاس ہی اُجالا ہوگا حضرت جنادہ بن ابوامیہ رہ فرماتے ہیں۔ لوگو! تمہارے نام مع ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے خدا کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمہارا ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں یہ تیرا نور ہے اور اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ اوّل تو ہر شخص کو نور عطا ہوگا۔ لیکن جب پُل صراط پر جائیں گے، تو منافق کا نور بجھ جائے گا۔ اُسے دیکھ کر مومن بھی ڈرنے لگیں گے کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے کہ خدایا ہمارا نور ہمارے لئے پورا پورا کر۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں۔ اِس آیت سے مراد پُل صراط پر نور کا ملنا ہے تاکہ اس اندھیری جگہ سے بآرام گزر جائیں۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دیجائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا۔ اور اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ تو ایک شخص نے کہا حضور حضرت نوحؑ سے لے کر آپ کی اُمت تک کی تمام اُمتیں اُس میدان میں اکٹھی ہوں گی۔ ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے میری اُمت کے اعضاء وضو چمک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا۔ اور اُنھیں ان کے نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھوں میں دئے جائیں گے، اور اُن کے چہرے چمک رہے ہوں گے، اور ان کا نور اُن کے آگے آگے چلتا ہوگا۔ اور اُن کی اولاد اُن کے ساتھ ہوگی۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں اُن کے داہنے ہاتھ میں اُن کا عمل نامہ ہوگا۔ جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے۔ اُن سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں اُن جنتوں کی بشارت ہے جن کے ہر ہر گوشے میں چشمے جاری ہیں۔ جہاں سے کبھی نکلنا نہیں یہ زبردست کامیابی ہے اس کے بعد کی آیت میں میدانِ قیامت کے ہولناک دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور اچھے اعمال والوں کے نجات کسی کو نہ ہوگی۔ سلیم بن عامر فرماتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے فرمایا۔ لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں صبح شام کر رہے ہو۔ نیکیاں اور برائیاں کر سکتے ہو اس کے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو، وہ منزل یہی قبر کی ہے جو تنہائی

؎ گویا کہ نور میں بھی کمی و زیادتی اعمال حسنہ میں کمی و زیادتی کی وجہ سے ہے جسکے اچھے اعمال زیادہ اسکا نور بھی زیادہ جسکے کم اسکا نور بھی کم۔

کا، اندھیرے کا، کیڑوں کا اور تنگی تاریکی والا گھر ہے مگر جس کے لئے خدا تو اُسے وسعت دیدے۔ یہاں سے پھر تم میدانِ قیامت کے مختلف مقامات پر آؤ گے۔ ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہو گا۔ وہاں ایمان داروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر و منافق بے نور رہ جائیں گے۔ اسی کا ذکر آیت اَوْ کَظُلُمٰتٍ الخ میں ہے۔ پس جس طرح آنکھوں والے کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل کر نہیں سکتا۔ منافق و کافر ایماندار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا تو منافق ایمانداروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کچھ تو ٹھہرو، جو ہم بھی تمہارے نور کے سایہ میں چلیں تو جس طرح دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ یہ لوگ مکر و فریب کرتے تھے۔ آج اُن سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر لاؤ، یہ واپس نور کی تقسیم کی جگہ جائیں گے، لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے، یہی خدا تعالیٰ کی وہ تدبیر ہے جس کا بیان وَھُوَ خَادِعُھُمْ میں ہے اب لوٹ کر جو یہاں آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنین اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی ہے جس کے اُس طرف رحمت ہی رحمت ہے دوسری طرف عذاب و سزا ہی ہے۔ پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی رہے گا۔ نور مل جانے پر راز کھل جائے گا۔ تمیز ہو جائیگی اور یہ منافق خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب کامل اندھیرا چھایا ہوا ہو گا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا۔ مسلمان اُس طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے۔ جب، مومن زیادہ آگے نکل جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کے لئے آواز دینگے اور یاد دلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اُن کی پردہ پوشی کے لئے اُن کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ مگر پل صراط پر امتیاز ہو جائے گا۔ مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا۔ لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔ یہ مومنوں کو آوازدیں گے۔ لیکن اس وقت مومن خود خوف زدہ ہو رہے ہوں گے۔ یہ ایک ایسا وقت ہو گا کہ ہر ایک نفسی نفسی میں ہو گا۔ جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت و دوزخ کے درمیان حدِ فاصل ہو گی۔ اسی کا ذکر آیت وَبَیْنَھُمَا حِجَابٌ میں ہے۔ پس جنت میں رحمت اور جہنم میں عذاب۔ ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ اس سے مُراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہو گی۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے۔ جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادیٔ جہنم ہے۔ اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ بعینہٖ یہ دیوار اس آیت میں مراد ہے۔ بلکہ اس کا ذکر بطور قربِ معنی کے اس آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے اس لئے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السافلین میں۔ اور حضرت کعب احبارؓ سے جو منقول ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا باب الرحمت ہے۔ یہ بنو اسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لئے سند نہیں بن سکتی حقیقت یہ ہے کہ یہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کے لئے کھڑی کی جائے گی مومن تو اس کے دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت و عذاب میں رہ جائیں گے جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر و جہالت شک و حیرت کی اندھیریوں میں تھے۔ اب یہ یاد دلائیں گے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے۔ جمعہ جماعت سے ادا کرتے تھے عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے، واجبات ادا کرتے تھے۔ ایمان دار کہیں گے، ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کرتوت تو دیکھو گناہوں میں نفسانی خواہشوں میں خدا کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں اُٹھاتے رہے اور آج توبہ کر لیں گے کل بداعمالیاں چھوڑ دیں گے، اسی میں رہے انتظار میں ہی عمر گزار دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ ہوا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی بھی تو ہم ضرور بخش دئے جائیں گے اور مرتے دم تک خدا کی طرف خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق تمہیں میسر نہ آئی۔ اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے، ریاکاری

میں رہے اور دل لگا کر یادِ خدا کرنی کبھی نہیں نصیب نہ ہوئی حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے نکاح مجلس مجمع، موت زلیست میں شریک رہے، لیکن اب یہاں بالکل الگ کر دیئے گئے، سورۂ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ مسلمان مجرموں سے ان کو جہنم میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ آخر تم یہاں کیسے پھنس گئے؟ اور وہ اپنے اعمالِ بد کا ذکر کریں گے۔ واضح رہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انھیں شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ حقیقتِ حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے پھر جیسے وہاں فرمایا تھا کہ کسی کی سفارش انھیں نفع نہ دے گی یہاں فرمایا آج ان سے فدیہ نہ لیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا بھی دیں تو قبول نہ کیا جائے گا نہ منافقوں سے نہ کافروں سے ان کا ٹھکانا جہنم ہے وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ

کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور دین حق (منجانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں

الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَ

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاویں جنکو ان کے قبل کتاب (آسمانی) ملی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ) پھر (اسی حالت میں) ان پر زمانہ دراز گزر گیا

مَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ⑥ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِ

(اور توبہ نہ کی) پھر ان کے دل (خوب ہی) سخت ہو گئے اور بہت سے آدمی ان میں کے (آج) کافر ہیں۔ یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ⑦

کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیئے ہیں تاکہ تم سمجھو

کیا وہ وقت نہیں آیا؟

پروردگارِ عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا؟ کہ ذکرِ خدا وعظ و نصیحت آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں؟ سنیں اور مانیں احکام بجا لائیں، ممنوعات سے پرہیز کریں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہوتے ہوئے تیرہ ۱۳ سال کا عرصہ نہ گزرا تھا جو مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے، اور تاخیر کرنے کی شکایت کی گئی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں چار ہی سال گزرے تھے جو ہم پر یہ عتاب ہوا۔ (مسلم) اصحاب رسولؐ پر ملال ہو کر حضورؐ سے کہتے ہیں حضرت کچھ بات تو بیان فرمایئے پس یہ آیت اترتی ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ پھر ایک مرتبہ کچھ دنوں بعد یہی عرض کرتے ہیں تو آیت اترتی ہے اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ پھر ایک عرصہ کے بعد یہی کہتے ہیں تو یہ آیت أَلَمْ يَأْنِ اترتی ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلی خیر جو میری امت سے اٹھ جائے گی، وہ خشوع ہو گا۔ پھر فرمایا تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا تھوڑے تھوڑے مول پر اُسے فروخت کر دیا[عہ]۔ پس کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر رائے اور قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگے اور خدا کے دین میں دوسروں کی تقلید کرنے لگے اپنے علماء اور راہبوں کی الٹ سلٹ باتیں دین میں داخل کر لیں۔ ان بداعمالیوں کی سزا میں خدا نے ان کے دل سخت کر دیئے۔ کچھ ہی خدا کی باتیں کیوں نہ سناؤ ان کے دل نرم نہیں ہوتے۔ کوئی وعظ و نصیحت ان پر اثر نہیں کرتا کوئی وعدہ وعید ان کے دل خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے بلکہ ان میں اکثر و بیشتر فاسق اور بدکار بن گئے۔ دل کے کھوٹے اور اعمال کے بھی کچے

[عہ] یعنی معمولی منافع کی خاطر خدا تعالےٰ کے احکام میں ہر طرح کا تصرف اور تغیر کرتے رہے۔

جیسے اور آیت میں ہے فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ الخ ان کی بدعہدی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیئے یہ احکام کو اپنی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں اور ہماری نصیحتیں بھلا بیٹھے ہیں یعنی ان کے دل فاسد ہو گئے خدا کی باتیں بدلنے لگے نیکیاں چھوڑ دیں، برائیوں میں منہمک ہو گئے اسی لئے رب العالمین اس امت کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار ان کی بداعمالیاں تم نہ سیکھ لینا۔ اصل و فرع میں ان سے بالکل الگ رہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ربیع بن ابو عمیلہؒ فرماتے ہیں قرآن حدیث کی مٹھاس تو مسلم ہی ہے لیکن میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بہت ہی پیاری اور میٹھی بات سنی ہے جو مجھے بیحد محبوب اور مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا جب بنو اسرائیل کی آسمانی کتاب پر کچھ زمانہ گزر گیا۔ تو ان لوگوں نے کچھ کتابیں خود تصنیف کر لیں اور ان میں وہ مسائل لکھے جو انہیں پسند تھے اور جو ان کے اپنے ذہن سے انہوں نے تراش لئے تھے۔ اب مزے لے لے کر زبانیں موڑ موڑ کر انھیں پڑھنے لگے۔ ان میں کے اکثر مسائل خدا کی کتاب کے خلاف تھے۔ جن جن احکام کے ماننے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا انہوں نے بدل ڈالے تھے اور اپنی کتاب میں اپنی طبیعت کے مطابق مسائل جمع کر لئے تھے اور انہی پر عامل ہو گئے اب انھیں سوجھی کہ اور لوگوں کو بھی منوائیں اور انھیں بھی آمادہ کریں کہ ان ہی ہماری لکھی ہوئی کتابوں کو آسمانی کتابیں سمجھیں اور عمل انھیں پر رکھیں۔ اب لوگوں کو اسی کی دعوت دینے لگے اور زور پکڑتے گئے۔ یہاں تک کہ جو ان کی ان کتابوں کو نہ مانتا اس کو ستاتے تکلیف دیتے مارتے پیٹتے بلکہ قتل کر ڈالتے۔ ان میں ایک شخص اللہ والے پورے عالم اور متقی تھے انھوں نے ان کی طاقت اور زیادتی سے مرعوب ہو کر کتاب اللہ کو ایک لطیف چیز پر لکھ کر ایک نرسنگھے میں ڈال کر اپنی گردن میں اسے ڈال لیا۔ ان لوگوں کا شر فساد روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ بہت سے ان لوگوں کو جو کتاب اللہ پر عامل تھے انہوں نے قتل کر دیا۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ دیکھو اس طرح ایک ایک شخص کو کب تک قتل کرتے رہیں گے۔ ان کا بڑا عالم اور ہماری اس کتاب کو بالکل نہ ماننے والا تمام بنی اسرائیل میں سب ۔ بڑھ کر کتاب اللہ کا عامل فلاں عالم ہے اسے پکڑ لاؤ اور اس سے اپنی یہ رائے قیاس کی کتاب منواؤ اگر وہ مان لے گا تو پھر ہماری کامیابی ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قتل کر دو پھر ہماری اس کتاب کا مخالف کوئی نہ رہے گا اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ ہماری ان کتابوں کو قبول کر لیں گے اور انھیں ماننے لگیں گے چنانچہ ان رائے قیاس والوں نے کتاب اللہ کے عالم و عامل اس بزرگ کو پکڑوا کر منگوایا اور اس سے کہا دیکھ ہماری اس کتاب میں جو ہے اسے سب کو تو مانتا ہے یا نہیں؟ ان پر تیرا ایمان ہے یا نہیں؟ اس خدا ترس کتاب اللہ کو ماننے والے عالم نے کہا کہ اس میں تم نے کیا لکھا ہے؟ ذرا مجھے سناؤ تو۔ انھوں نے سنایا اور کہا اس کو تو مانتا ہے؟ اس بزرگ کو اپنی جان کا ڈر تھا اس لئے جرأت کے ساتھ یہ تو نہ کہہ سکا کہ نہیں مانتا۔ بلکہ اپنے اس نرسنگھے کی طرف اشارہ کر کے کہا میرا اس پر ایمان ہے وہ سمجھ بیٹھے کہ اسکا اشارہ ہماری اس کتاب کی طرف ہے چنانچہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہے۔ لیکن تاہم اس کے اطوار و افعال سے کھٹکتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے تفتیش شروع کی کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے پاس کتاب اللہ اور دین کے سچے مسائل کی کوئی کتاب ہو۔ آخر وہ نرسنگھا ان کے ہاتھ لگ گیا۔ پڑھا تو اس میں اصل مسائل کتاب اللہ موجود تھے اب بات بنائی کہ ہم نے تو کبھی یہ مسائل نہیں سنے۔ ایسی باتیں ہمارے دین میں نہیں چنانچہ زبردست فتنہ برپا ہو گیا۔ اور بہتّر گروہ ہو گئے۔ ان سب میں بہتر وہ گروہ جو راستی اور حق پر تھا وہ تھا جو اس نرسنگھے والے مسائل پر عامل تھا حضرت ابن مسعودؓ نے یہ واقعہ بیان فرما کر کہا کہ لوگو! تم میں سے جو باقی رہے گا۔ وہ ایسے ہی امور کا معائنہ کرے گا اور وہ بالکل بے بس ہوگا۔ ان بری کتابوں کے مٹانے کی اس میں قدرت نہ ہو گی پس ایسی مجبوری اور بے کسی کے وقت بھی اس کا یہ فرض تو ضروری ہے کہ اللہ تو پر یہ ثابت کر دے کہ وہ انھیں سب کو برا جانتا ہے۔ امام ابو جعفر طبریؒ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ عتریس بن عرقوبؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے حضرت عبداللہؓ جو شخص بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہلاک وہ ہوگا جو اپنے دل سے اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ جانے۔ پھر آپ نے بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بیان فرمایا۔ پھر ارشاد باری ہے کہ جان رکھو۔ مردہ زمین کو خدا زندہ کر دیتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ سخت دلوں کی سختی کے بعد بھی خدا انھیں نرم کرنے پر قادر ہے۔ گمراہیوں کی تہہ میں اتر جانے کے بعد بھی اللہ راہ

راست پر لاتا ہے، جس طرح بارش خشک زمین کو تر کر دیتی ہے۔ اسی طرح کتاب اللہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ دلوں میں جب گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ہو، کتاب اللہ کی روشنی اُسے دفعۃً منور کر دیتی ہے۔ اللہ تو کی وحی دل کے قفل کی کنجی ہے۔ سچا ہادی وہی ہے، گمراہی کے بعد راہ پر لانے والا جو چاہے کرنے والا، حکمت و عدل والا اور لطف و خیر والا، کبر و جلال والا، بلندی و علو والا وہی ہے۔

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَ

صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ (صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کیساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ باعتبار ثواب انکیلئے بلاشبہ

لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ (۸) وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ

بڑھا دیا جاویگا اور انکے لئے اجر پسندیدہ ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں

وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

ان کے لئے (جنت میں) ان کا اجر (خاص) اور (صراط پر) ان کا نور (خاص) ہوگا۔ اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (۹)

جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

ع ۲
۹
۱۸

اجر کریم

فقیر مسکین وغیرہ محتاجوں اور حاجتمندوں کو خالص خدا کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ بہ حلال مال نیک نیتی سے راہ خدا صدقہ دیتے ہیں انکے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر خدا تعالیٰ انھیں عطا فرمائیگا دس دس گنے اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ان کے ثواب بے حساب ہیں، ان کے اجر بہت بڑے ہیں۔ اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق و شہید ہیں۔ ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف با ایمان لوگ ہیں۔ بعض حضرات نے الشُّهَدَاءُ کو الگ جملہ مانا ہے غرض تین قسمیں ہوئیں مصدقین، صدیقین شہداء، جیسے اور روایت میں ہے، اللہ اور اُس کے رسولؐ کا اطاعت گزار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے، جو نبی اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ ہیں۔ پس صدیق و شہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں۔ صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا یہ درجے تو صرف انبیاء کے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں قسم ہے اُس کی جس کی ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (بخاری، مسلم) ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی حضرت عمرو بن میمونؒ کا قول ہے یہ دونوں اُن دونوں انگلیوں کیطرح قیامت کے دن آئیں گے۔ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے "شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہوں گی۔ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں پناہ لیں گی۔ اُن کے رب نے اُن کی طرف ایکبار دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کہ آپ دنیا میں ہمیں دوبارہ بھیج دیں تاکہ ہم پھر آپ کی راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں۔ اللہ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ انھیں اجر و نور ملے گا جو نور اُن کے سامنے رہے گا اور اُن کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں وہ پکے ایمان والا مومن جو دشمن خدا سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے۔ اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اس قدر اپنا سر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی اور اس حدیث

کے راوی حضرت عمرؓ نے بھی اس کے بیان کرنے کے وقت انتہائی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی۔ دوسرا وہ شخص جو ایماندار ہے جہاد کے لئے نکلا مگر دل میں جرأت کم ہے کہ یکایک ایک تیر آ لگا اور روح پرواز کر گئی، یہ دوسرے درجہ کا جنتی اور شہید ہے تیسرا وہ جس کے بھلے برے اعمال تھے۔ لیکن رب نے اُسے پسند فرما لیا اور میدانِ جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی، یہ تیسرے درجہ میں ہے چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور خدا نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوا لیا۔ ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بد لوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى

تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو و لعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال میں

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

اور اولاد میں ایک دوسرے کو زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ برستا ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو

ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ

تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی

رِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ① سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

ہے اور دنیوی زندگانی محض دھوکے کا اسباب ہے۔ تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ

(نیز) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ②

یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

دنیاوی زندگی

دنیا کی تحقیر و توہین بیان ہو رہی ہے کہ اہلِ دنیا کو بجز لہو و لعب، زینت و فخر اور اولاد و مال کی بہتات کی خواہش کے سوائے اور ہے ہی کیا؟ جیسے آیت میں ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ الخ یعنی لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین کر دیا گیا ہے۔ جیسے عورتیں بچے وغیرہ الخ۔ پھر حیات دنیا کی مثال بیان ہو رہی ہے کہ اس کی تازگی فانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں، غَيْث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد برسے جیسے فرمان ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا خدا وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش برساتا ہے۔ پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں، لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد پڑ جاتی ہے پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے ٹھیک اسی طرح دنیا کی تر و تازگی اور یہاں کی ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے دنیا کی بھی یہی صورتیں ہوتی ہیں کہ ایک وقت جوان ہے، پھر ادھیڑ ہے پھر بڑھیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح خود انسان کی حالت ہے، اس کے بچپن، جوانی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھ جائیے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھئے، کہاں جوانی کے وقت کا جوش و خروش، زور طاقت اور کس بل؟ اور کہاں بڑھاپے

کی کمزوری، جھریاں پڑا ہوا جسم خمیدہ کمر، اور بے طاقت ہڈیاں؛ جیسے ارشادِ باری ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَۃً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی، پھر اُس قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔ اس مثال سے دنیا کی فنا اور اُس کا زوال ظاہر کر کے، پھر آخرت کے دونوں منظر دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت دلاتا ہے پس فرماتا ہے عنقریب آنے والی قیامت اپنے ساتھ عذاب اور سزاؤں کو لائے گی اور مغفرت اور رضاءِ الٰہی کو لائے گی پس تم وہ کام کرو کہ ناراضگی سے بچ جاؤ اور رضا حاصل کر لو، سزاؤں سے بچ جاؤ اور بخشش کے حق دار بن جاؤ۔ دنیا صرف دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اُس کی طرف جھکنے والے پر آخر وقت آجاتا ہے کہ یہ اس کے سوائے کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں کرتا اسی کی دھن میں روز و شب مشغول رہتا ہے بلکہ اس کمی والی اور زوال والی کمینی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتا ہے، شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بسا اوقات آخرت کا منکر ہو جاتا ہے۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں ایک کوڑے برابر جنت کی جگہ ساری دنیا اور اُس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ پڑھو قرآن فرماتا ہے کہ دنیا تو صرف دھوکے کا سامان ہے (ابن جریر) آیت کی زیادتی بغیر یہ حدیث صحیح میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے۔ تم میں سے ہر ایک سے جنت اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنا تمہارا جوتی کا تسمہ اور اسی طرح جہنم بھی (بخاری) پس معلوم ہوا کہ خیر و شر انسان سے بہت نزدیک ہے اور اس لئے اُسے چاہئے کہ بھلائیوں کی طرف سبقت کرے اور برائیوں سے بچتا رہے، تاکہ گناہ اور برائیاں معاف ہو جائیں اور ثواب اور درجے بلند ہو جائیں اسی لئے اس کے ساتھ ہی فرمایا دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی جنس کے برابر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ اپنے رب کی مغفرت کی اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کی کشادگی کُل آسمان اور ساری زمینیں ہیں۔ جو پارسا لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہاں فرمایا کہ یہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ لوگ اللہ کے اُس فضل کے لائق تھے۔ اسی لئے اُس بڑے فضل و کرم والے نے اپنی نوازش کے لئے انہیں چن لیا اور اُن پر اپنا پورا احسان اور اعلیٰ انعام کیا۔ پہلے ایک صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے کہ مہاجرین میں سے فقراء نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مال دار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتوں کو پا گئے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ تو کہا نماز روزہ تو وہ اور ہم سب کرتے ہیں لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں۔ غلام آزاد کرتے ہیں۔ مگر مفلسی کی وجہ سے یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ تو آپ نے فرمایا آؤ! میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں کہ اُس کے کرنے سے تم ہر شخص سے آگے بڑھ جاؤ۔ مگر ان سے جو تمہاری طرح خود بھی اُس کو کرنے لگیں۔ دیکھو تم ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللہ کہو اور اتنی ہی بار اللہ اکبر اور اسی طرح الحمد للہ۔ کچھ دنوں بعد یہ بزرگ پھر حاضرِ دربارِ رسالت ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ ہمارے مال دار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور اُنھوں نے بھی اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان

نَّبْرَاَھَا ۭ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ۝۲۲ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىکُمْ

جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے (یہ بات) بتلا اس واسطے دی ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝۲۳ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ یَّتَوَلَّ

فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ (خود) بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو شخص اعرا

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۵

دین حق سے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزاوار حمد ہے (ہم نے اپنی اصلاح آخرت کے لئے) اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا۔

مصائب اور پریشانیاں

اللہ تعالیٰ اپنی اُس قدرت کی خبر دے رہا ہے جو اُس نے مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنی مخلوق کی تقدیر مقرر کی تھی، تو فرمایا کہ زمین کے جس حصے میں کوئی آفت آئے یا جس کسی شخص پر کوئی مصیبت آ پڑے اُسے یقین رکھنا چاہیے کہ خلق کی پیدائش سے پہلے ہی یہ علم اللہ میں مقرر تھا اور اُس کا ہونا یقینی تھا بعض کہتے ہیں جانوں کی پیدائش سے پہلے ہی لیکن زیادہ ٹھیک بات یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی، امام حسنؒ سے اِس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے، سبحان اللہ، ہر مصیبت جو آسمان و زمین میں ہے وہ جانوں کی پیدائش سے پہلے ہی رب کی کتاب میں موجود ہے۔ اس میں کیا شک ہے؟ زمین کی مصیبتوں سے مُراد خشک سالی، قحط وغیرہ ہے اور جانوں کی مصیبت درد دُکھ اور بیماری ہے، جس کسی کو کوئی خراش لگتی ہے یا لغزشِ پا سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کسی سخت محنت سے پسینہ آجاتا ہے، یہ سب اُس کے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ اور ابھی تو بہت سے گناہ ہیں جنھیں وہ غفور و رحیم خدا بخش دیتا ہے، یہ آیت بہترین اور بہت اعلیٰ دلیل ہے۔ قدریہ کی تردید میں، جن کا خیال ہے کہ سابق علم کوئی چیز نہیں۔ خدا انھیں ذلیل کرے، صحیح مسلم شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیریں مقرر کیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے، اور روایت میں ہے کہ اُس کا عرش پانی پر تھا (ترمذی) پھر فرماتا ہے کاموں کے وجود میں آنے سے پہلے اُن کا اندازہ کر لینا، اُن کے ہونے کا علم حاصل کر لینا اور اُسے لکھ دینا خدا پر کچھ مشکل نہیں وہی تو اُن کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کا علم ہوچکی اور ہونیوالی تمام چیزوں کو شامل ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے، ہم نے تمھیں یہ خبر اس لئے دی ہے کہ تم یقین رکھو کہ جو تمھیں پہنچا وہ ہرگز کسی صورت میں ٹلنے والا نہ تھا۔ پس مصیبت کے وقت صبر و شکر، استقلال اور ثابت قدمی، مضبوط دلی اور روحانی طاقت تم میں موجود رہے ہائے وائے بے صبری اور بے ضبطی تم سے دُور رہے جزع فزع تم پر چھا نہ جائے، تم اطمینان سے رہو کہ یہ تکلیف تو آنے والی تھی ہی اسی طرح اگر مال و دولت غلبہ وغیرہ مل جائے تو اس وقت غرور و تکبر نہ کرو، اُسے عطیۂ خدا مانو، تکبر اور غرور تم میں نہ آجائے، ایسا نہ ہو کہ دولت و مال وغیرہ کے نشے میں پھول جاؤ اور خدا کو بھول جاؤ، اس لئے کہ اس وقت بھی ہماری یہ تعلیم تمہارے سامنے ہوگی کہ یہ میرے دست بازو کا میری عقل و ہوش کا نتیجہ نہیں بلکہ دادِ خدا ہے۔ ایک قرأت اِس کی اَتَاکُمْ ہے دوسری اٰتٰکُمْ ہے اور دونوں ہی صحیح ہیں دونوں میں تلازم ہے اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے جی میں خود کو بڑا سمجھنے والے دوسروں پر فخر کرنے والے خدا کے دشمن ہیں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ رنج و راحت خوشی و غم تو ہر شخص پر آتا ہے، خوشی کو شکر میں اور غم کو صبر میں گزار دو۔ پھر ارشاد ہے کہ یہ لوگ خود بھی بخیل اور خلاف شرع کام کرنے والے ہیں اور دوسروں کو بھی بُرا راستہ بتلاتے ہیں، جو شخص اللہ کی حکم برداری سے ہٹ جائے وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیونکہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ہر طرح سزاوار حمد ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ یعنی اگر تم اور تمام روئے زمین کے انسان کافر ہوجائیں تو بھی خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ تو ساری مخلوق سے غنی ہے، اور مستحق حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ

اور بھیجے ان کے ساتھ کتاب اور (انصاف کرنے کے حکم) کو نازل کیا تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم

النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

رہیں اور ہمنے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور اس کے علاوہ لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (۲۵) ع

ع 19

اور (اسلئے لوہا پیدا کیا) تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

کار آمد فولاد

اللہ عزّوجل فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو معجزے دے کر اور مضبوط حجتیں عطا فرما کر اور بھرپور دلائل دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا پھر ساتھ ہی کتاب بھی اُنھیں دی جو صاف سچی ہے اور عدل وحق دیا جس سے ہر عقلمند انسان اُن کی باتوں کے قبول کر لینے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے۔ ہاں فاسد رائے والے اور پھری ہوئی عقل والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں، جیسے اور جگہ ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ جو شخص اپنے رب کی طرف کی دلیل پر ہو اور ساتھ ہی اُس کے شاہد بھی ہو۔ اور جگہ ہے اللہ کی یہ فطرت ہے جس پر مخلوق کو اُس نے پیدا کیا ہے، اور فرماتا ہے، آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان رکھدی پس یہاں ارشاد ہے۔ یہ اس لئے کہ لوگ حق وعدل پر قائم ہو جائیں۔ یعنی اتباعِ رسول کرنے لگیں اور اُمرِ رسول بجا لائیں۔ رسولؐ ہی کی تمام باتوں کو حق سمجھیں کیونکہ اس کے سوا سراسر حق کسی اور کا کلام نہیں جیسے فرمان ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ تیرے رب کا کلمہ جو اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکام میں عدل والا ہے پورا ہو چکا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایمان دار جنّتوں میں پہنچ جائیں گے اور خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے تو کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی، اگر اس کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم اس راہ پر نہیں لگ سکتے تھے۔ ہمارے رب کے رسولؐ ہمارے پاس حق لائے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے منکرینِ حق کی سرکوبی کے لئے لوہا بنایا ہے۔[لہ] یعنی اوّلاً تو کتاب و رسول اور حق سے حجت قائم کی، پھر غلط دل والوں کی کجی نکالنے کے لئے لوہے کو پیدا کیا اُس کے ہتھیار بنیں اور خدا دوست حضرات دشمنانِ خدا کے دل کا کانٹا نکال دیں۔ یہی نمونہ حضورؐ کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ شریف میں تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے بجھانے، توحید و سنّت کی دعوت دینے ان کے غلط عقائد کی اصلاح کرنے میں گزارے، خود اپنے اوپر مصیبتیں جھیلیں، لیکن جب یہ حجت ختم ہو گئی تو شرع نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی۔ پھر حکم دیا کہ اب ان مخالفین سے جنھوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے، مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے، اُن کی زندگی دو بھر کر دی ہے اُن سے باقاعدہ جنگ کرو، اُن کی گردنیں مارو اور ان مخالفینِ وحی خدا سے زمین کو پاک کرو۔ مسندِ احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں میں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہانتک کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور کمینہ پن اور ذلّت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کے خلاف کریں اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ اُن ہی میں سے ہے، پس لوہے سے لڑائی کے ہتھیار بنتے ہیں جیسے تلوار نیزے، چھُریاں، تیر، زرہیں وغیرہ اور لوگوں کے لئے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جیسے سکّے، کُدال، پھاوڑے، آرے، کھیتی کے آلات بُننے کے آلات، پکانے کے برتن، رُوٹی کے توے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی ایسی ہی چیزیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، تین چیزیں حضرت آدمؑ کے ساتھ جنّت سے آئیں، نہائی۔ سنسی اور ہتھوڑا (ابن جریر) پھر فرمایا

[لہ] خدا تعالیٰ نے اس موقع پر لوہے کا ذکر جس سیاق میں فرمایا ہے اسکا سابق مضامین سے ربط مفسر ابن کثیرؒ نے نہایت عمدہ بیان کیا ہے یعنی اول انبیاء زبان سے جہاد کرتے رہیں اور جب اس طرح کام نہ چلے تو مخالفین اسلام کی سرکوبی کے لئے ہتھیار اٹھائیں آج اس تمدن و ترقی کی کامیاب دنیا میں لوہے کی جو قدر و قیمت یا ضرورت ہے اس سے سب ہی واقف ہیں ایک معمولی سوئی سے لیکر ریل گاڑیاں مشین، آلات، سامان، تار ٹیلی فون ٹیلی ویژن، بم، طیارے، انجن، ٹینک، توپ، کونسی ایسی چیز ہے جسمیں اس لوہے کی ضرورت نہ ہو۔ خصوصاً اس صنعتی دور اور بالخصوص آجکل کی لڑائیوں میں جس طرح لوہا ہی لوہا، صرف کار آمد ہے قرآن مجید کا لوہے کو ذکر کرنا ایک معجزہ ہے۔ یہاں لفظ انزال پر نظر ہے حالانکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ لوہا آسمان سے اترتا نہیں، بلکہ وہ کانوں میں پیدا ہوتا ہے، پھر قرآن مجید نے (بقیہ صفحہ ۳۰۰ پر دیکھئے)

تاکہ اللہ جان لے کہ ان ہتھیاروں کے اُٹھانے سے اللہ رسول کی مدد کرنے کا نیک ارادہ کس کا ہے؛ خدا قوت اور غلبہ والا ہے اور اُس کے دین کی جو مدد کرے وہ اس کی مدد کرتا ہے در اصل اپنے دین کو وہی قوی کرتا ہے۔ اُس نے جہاد تو صرف اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے مقرر فرمایا ہے ورنہ غلبہ و نصرت تو اسی کی طرف سے ہے؛

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سو ان

الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ① ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ

لوگوں میں بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے۔ پھر ان کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحب

بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۥ وَجَعَلْنَا فِيْ

شریعت مستقلہ نہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا

ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کر دیا اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہمنے ان پر

كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا

اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی سو ان میں سے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ②

جو لوگ ایمان لائے ہم نے اُن کو انکا اجر (موعود) دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔

بعثت انبیاء

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اس فضیلت کو دیکھئے کہ حضرت نوحؑ کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیمؑ تک جتنے پیغمبر آئے سب آپ ہی کی نسل سے آئے اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے بعد جتنے نبیؑ اور رسول آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل میں سے ہوئے جیسے اس آیت میں ہے وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ یہاں تک کہ بنو اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے حضور محمد صلعم کی خوشخبری سنائی۔ پس نوحؑ اور ابراہیم صلوات اللہ علیہما کے بعد برابر رسولوں کا سلسلہ رہا حضرت عیسیٰؑ تک جنھیں انجیل ملی اور جن کی تابع فرمان امت رحمدل اور نرم مزاج واقع ہوئی۔ خشیتِ خدا اور رحمتِ خلق کے پاک اوصاف سے متصف پھر نصرانیوں کی ایک بدعت کا ذکر ہے۔ جو اُن کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے خود اپنی طرف سے اُسے ایجاد کر لیا تھا اس کے بعد کے جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ مقصد انکا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲) لفظ کس طرح استعمال کیا ہے اس کا ایک جواب تو خود تفسیر ابن کثیرؒ ہی میں آگیا یعنی حضرت آدمؑ کیساتھ لوہا بھی جنت سے اتارا گیا تھا اس لئے لفظ انزال (اتارنا) قطعاً صحیح ہے اور فقیر محشی کی رائے یہ بھی ہے کہ قرآن کے مطالعہ سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ عموماً کثیر المنافع چیزوں کو انزلنا ہی کیساتھ تعبیر فرماتے ہیں مثلاً کتب کا انزال بارش کا نزول وغیرہ اور کیونکہ لوہا ایک نہایت ہی کثیر المنافع چیز تھی جیسا کہ عرض کیا گیا اسلئے حسب دستور لفظ "انزال" کا استعمال ہوا واللہ اعلم بالصواب ۔ قرآن مجید کی اس آیت میں تعریف انہیں نصاریٰ کی (بقیہ صفحہ ۱۰۴ پر دیکھئے)

نیک تھا۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے یہ طریقہ نکالا تھا حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت قتادہؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے اُن پر اُسے واجب نہ کیا تھا۔ ہاں ہم نے اُن پر صرف اللہ کی رضا جوئی واجب کی تھی، پھر فرماتا ہے کہ یہ اُسے بھی نہ نبھا سکے، جیسا چاہیئے تھا اس طرح اس پر بھی نہ جمے۔ پس دہری خرابی آئی ایک اپنی طرف سے نئی بات دینِ خدا میں ایجاد کرنے کی، دوسری اُس پر بھی قائم نہ رہنے کی، یعنی جسے وہ خود قربِ خدا کا ذریعہ اپنے ذہن سے سمجھ بیٹھے تھے بالآخر اُس پر بھی پوری نہ اُترے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضورؐ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو پکارا آپ نے لبیک کہا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، سُنو! بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی۔ پہلے فرقے نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر اُن کی ہدایت کے لئے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر اُن کے بڑوں کو تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لوگ جدال و قتال پر اُتر آئے اور بادشاہ اور اُمراء نے جو اس تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے، اُن پر لشکر کشی کی اور انھیں قتل بھی کیا قید بھی کیا۔ ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی۔ پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی، ان میں مقابلے کی طاقت تو نہ تھی۔ تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی شروع کی اور خدا کے سچے دین اور حضرت عیسیٰؑ کے اصلی مسلک کی طرف انھیں دعوت دینے لگے۔ ان بدنصیبوں نے اُنھیں قتل بھی کرایا، آروں سے بھی چیرا اور آگ میں بھی جلایا۔ جسے اس جماعت نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی۔ پھر تیسری جماعت اُٹھی یہ اُن سے بھی زیادہ کمزور تھے، اُن میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں اس لئے اُنھوں نے اپنے دین کا تحفظ اسی میں سمجھا کہ جنگلوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں، عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں انہی کا ذکر "رہبانیت" والی آیت میں ہے۔ یہی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے اُس میں تہتر فرقوں کا بیان ہے اور اُس میں یہ بھی ہے کہ اجر اُنھیں ملے گا جو مجھ پر ایمان لائیں اور میری تصدیق کریں۔ اور اُن میں اکثر فاسق ہیں اور وہ وہ ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میرے خلاف کریں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد توریت و انجیل میں تبدیلیاں کر لیں۔ لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی توریت و انجیل اُن کے ہاتھ میں رہی، جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے جنھوں نے کتاب اللہ میں ردّ و بدل کر لیا تھا، اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر جس کتاب کو پڑھتے ہیں اُس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں اس میں لکھا ہوا ہے، جو کوئی خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے رہتے ہیں، لہٰذا آپ اُنہیں دربار میں بلوایئے اور اُنھیں مجبور کیجئے کہ یا تو وہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی عقیدہ اور ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے۔ ورنہ اُنھیں بدترین عبرتناک سزا دیجئے۔ چنانچہ اُن سچے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا، اور اُن سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے پاس جو کتابیں ہیں اُنھیں چھوڑ دو، ورنہ جانوں سے ہاتھ دھولو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اس پر ان پاکبازوں کی ایک جماعت نے تو کہا کہ تم ہم کو ستاؤ نہیں، تم اونچی عمارت بنا دو، ہمیں وہاں پہنچا دو اور ڈوری چھبڑی دیدو ہمارا کھانا پینا اُس میں ڈال دیا کرو، ہم اوپر سے گھسیٹ لیا کریں گے۔ نیچے اُتریں گے ہی نہیں اور تمہاری آبادیوں میں آئیں گے ہی نہیں۔ ایک جماعت نے کہا سُنو! ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں۔ تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر چلے جاتے ہیں، چشموں، نہروں، ندیوں، نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پی لیا کریں گے اور جو چیز مل جائے گی اُس پر گزارہ کر لیں گے اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) ہو رہی ہے جو واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار تھے دورِ حاضر کے عیسائیوں کی تعریف نہیں جو توحید سے دور دہریت سے قریب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

بے شک گردن اڑا دینا۔ تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دیدو اور وہاں حصار کھینچ دو۔ وہیں پر ہم کنوئیں کھود لیں گے اور کھیتی کر لیا کریں گے۔ تم لوگوں میں ہرگز نہ آئیں گے۔ چونکہ اس خدا پرست جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں اس لئے یہ درخواستیں منظور کر لی گئیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے۔ لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے جنھیں دراصل علم و ایمان نہ تھا۔ تقلیداً ساتھ ہو لئے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت وَرَهْبَانِيَّةَ الخ نازل ہوئی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور انورؐ کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ آپ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خانقاہوں والے اپنی خانقاہوں سے اور جنگلوں والے اپنے جنگلوں سے اور حصار والے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے آپ کی تصدیق کی جس کا ذکر اس آیت میں ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ الخ یعنی ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دوگنا حصہ دے گا (یعنی حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا) اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو (یعنی قرآن و سنت) تاکہ اہل کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا اختیار انہیں نہیں اور سارا فضل خدا کے ہاتھ ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ یہ سیاق غریب ہے اور ان دونوں پچھلی آیتوں کی تفسیر اس آیت کے بعد ہی آ رہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن احمد رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے زمانہ میں آئے، آپ اس وقت امیر مدینہ تھے۔ جب یہ آئے اس وقت حضرت انسؓ نماز ادا کر رہے تھے اور بہت مختصر نماز پڑھ رہے تھے، جیسے مسافرت کی نماز ہو یا قریب قریب اس جیسی، جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی، میں نے تو اس میں کوئی خطا نہیں کی ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا حضورؐ کا فرمان ہے کہ اپنی جان پر سختی نہ کرو عہ ورنہ تم پر سختی کی جائے گی، ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی پس ان کی بقایا خانقاہوں میں اور ایسے ہی گھروں میں اب بھی دیکھ لو یہ تھی وہ سختی کی ترکِ دنیا جو خدا نے ان پر واجب نہیں کی تھی۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آیئے سواریوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا بہت اچھا پس سب سوار ہو کر چلے اور کئی ایک بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئیں تھیں اور مکانات اوندھے پڑے ہوئے تھے تو ہم نے کہا ان شہروں سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان کے باشندوں سے بھی، انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا۔ حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے، آنکھ بھی زنا ہے، ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی یا جھٹلاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں ہر نبی کے لئے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عز وجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے ایک شخص حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ سوال کیا جو میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی یہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور تو جہاد کو ضروری سمجھ یہی اسلام کی رہبانیت ہے اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن مجید پر مداومت کر یہی تیری راحت روح ہے آسمانوں میں اور یہی تیری یاد ہے زمین میں یہ روایت مسند احمد میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عہ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں مطلوب احکام پر مداومت ہے نہ کہ جائز اور شرعی سہولتوں کو چھوڑ کر خود کو ضیق اور تنگی میں مبتلا کرنا جائز ماکولات و مشروع بات کو چھوڑنا۔ جائز لباس فاخرہ کو ترک کرنا جائز اور مشروع تفریحات اسلام ان میں سے کسی سے بھی نہیں روکتا وہ کوئی غیر فطری مذہب نہیں جو فطرت کے اصل تقاضوں پر بھی پہرہ بٹھا دے۔ رہا تصوف و سلوک میں بعض چیزوں کا اہتمام مثلاً کم کھانا، کم پینا، کم بولنا، وغیرہ سو یہ اس طرح روحانی علاج و معالجہ کی چیزیں ہیں، جیسا کہ طبیب کسی مریض کے لئے بعض اوقات پرہیز تجویز کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ

اے (عیسیٰ پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمکو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے دے گا

وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۸﴾ لِئَلَّا

اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اسکو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہوگے اور تمکو بخشدیگا اور اللہ غفور رحیم ہے (اور یہ دولتیں تمکو اس لئے عنایت کریگا)

يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ

تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دست رس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے

بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾ ع ۴ ۲۰

ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دیدے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

تقویٰ اور نور الٰہی

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن مومنوں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اہل کتاب مومن ہیں اور انہیں دوہرا اجر ملے گا جیسے کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے اور جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر دے گا ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر بھی ایمان لایا اسے دوہرا اجر ہے اور وہ غلام جو اپنے آقا کی تابعداری کرے اور خدا کا حق بھی ادا کرے اسے بھی دو دو اجر ہیں اور وہ جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے یعنی شرعی ادب پھر اسے آزاد کر دے اور نکاح کر دے وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے (بخاری مسلم) حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں جب اہل کتاب اس دوہرے اجر پر فخر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس امت کی حق میں نازل فرمائی پس انہیں دوہرے اجر کے بعد نور ہدایت دینے کا بھی وعدہ کیا اور مغفرت کا بھی پس نور اور مغفرت انہیں زیادہ ملی (ابن جریر) اسی مضمون کی آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ الخ ہے یعنی اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لئے فرقان کرے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے ایک بڑے عالم سے دریافت فرمایا کہ تمہیں ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ کس قدر فضیلت ملتی ہے۔ اس نے کہا ساڑھے تین سو تک، آپ نے اللہ کا شکر کیا اور فرمایا ہمیں تم سے دوہرا ملا ہے۔ حضرت سعیدؒ نے اسے بیان فرما کر یہی آیت پڑھی اور فرمایا اسی طرح جمعہ کا دوہرا اجر ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانے چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لیکر آدھے دن تک کام کرے؟ پس یہود تیار ہو گئے، اس نے پھر کہا ظہر سے عصر تک اب جو کام کرے اُسے میں ایک قیراط دوں گا، اس پر نصرانی تیار ہوئے، کام کیا، اور اُجرت لی، اس نے پھر کہا اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اُسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم مسلمان ہو، اس پر یہود و نصاریٰ بہت بگڑے اور کہنے لگے کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انہیں زیادہ ملے ہمیں کم دیا گیا، تو انہیں جواب ملا کہ میں نے تمہارا کوئی حق تو نہیں مارا؟ انہوں نے کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں، صحیح بخاری شریف میں ہے مسلمانوں اور یہود و نصرانیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند لوگوں کو کام پر لگایا اُجرت ٹھیرالی اور کہا دن بھر کام کرو، وہ کام پر لگ گئے لیکن آدھے دن کام کر کے کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں جو ہم نے کیا ہم اُس کی اُجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے، اس نے انہیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو کام پورا کر دو اور مزدوری لیجاؤ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر اُجرت لئے بغیر چلتے بنے، اس نے اور مزدور لگائے اور کہا کہ باقی کام شام تک تم پورا کر دو اور پورے دن کی مزدوری میں تمہیں دوں گا، یہ کام پر لگے، لیکن عصر کے وقت یہ بھی کام سے ہٹ گئے

اور کہدیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا ہمیں آپ کی اُجرت نہیں چاہیئے، اس نے انہیں بھی سمجھایا کہ دیکھو اب دن باقی ہی کیا رہ گیا ہے تم کام پورا کرو اور اُجرت لے جاؤ لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے، اس نے پھر اوروں کو بلایا اور کہا تو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اُجرت بھی یہی لے گئے۔ پس یہ ہے کہ ان کی مثال اور اُس نور کی مثال جسے انہوں نے قبول کیا، پھر فرماتا ہے یہ اس لئے کہ اہل کتاب یقین کرلیں کہ خدا جسے دے یہ اُس کے لوٹانے کی اور جسے نہ دے اُسے دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے، اور اس بات کو بھی وہ جان لیں کہ فضل و کرم کا مالک صرف وہی پروردگار ہے، اس کے فضل کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگ سکتا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لِئَلَّا یَعْلَمَ کا معنے لِیَعْلَمَ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قرأت میں لِکَیْ یَعْلَمَ ہے، اسی طرح حضرت عطا بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قرأت منقول ہے۔ غرض یہ ہے کہ کلام عرب میں لَا صلہ کے لئے آتا ہے جو کلام کے اول آخر میں آجاتا ہے اور وہاں انکار مراد نہیں ہوتا، جیسے مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ میں اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اور وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ میں ؛

(الحمد للہ سورۂ حدید کی تفسیر اور ستائیسواں پارہ ختم ہوا)

ع الحمد للہ کہ آج گیارہ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بروز پیر بوقت شام قریب عصر سورۂ حدید کے تشریحی نوٹس سے فراغت ہوئی اور اس طرح ستائیسواں پارہ سیاہ کار کے قلم سے تیار ہوا خدا تعالیٰ مکمل تفسیر ابن کثیر کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور پوری زندگی قرآن و حدیث ہی کی خدمت میں صرف ہو، آمین۔ بجاہ سید المرسلین و برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(انظر شاہ۔ دیوبند)

بلاغ المبین!

مصنف: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب الدہلوی ؒ

کی مایۂ ناز تصنیف ہے، جو ردِّ بدعت کے سلسلے میں انمول قیمتی۔ اور علمی مواد سے لبریز ہے۔ اس کتاب کے شروع میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مختصر سوانح حیات شامل ہے۔ اس کے بعد قبر پرستی، عُرس اور میلوں کی حقیقت، بُت پرستی شرک، دین میں غلو پیر پرستوں کی بدعتیں۔ اور شیطان کے مکر و فریب سے پیدا شدہ انسانی وسوسوں کا ذکر ہے۔ مروّجہ بدعتوں اور دوسری قوموں کے طریقۂ عبادت کی طرح اپنے دین کو بھی اُسی کا پیرو بنانے کی قباحت پر سیر اصل بحث ہے۔

غرض پوری کتاب معلومات کا خزانہ ہے، اس دور میں نہایت مفید اور معلومات سے لبریز کتاب ہے جو علمی اور تحقیقی مستند مواد پر مشتمل ہے۔ کاغذ اعلیٰ۔ کتابت عمدہ، ہدیہ چارؔ روپے۔

ملنے.... کا.... پتہ

مکتبہ فیض القرآن۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور (یوپی)

چند ایمان افروز کتابیں

بہشتی زیور مکمل مدلل معہ حواشی

مولانا تھانویؒ کا یہ بہشتی زیور حاشیوں اور ضروری معلومات و اضافات سے سجایا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کی ضخامت میں تقریباً دو گنے کا اضافہ ہوگیا ہے کتابت طباعت کاغذ سب ہی بہتر ہے دو ضخیم جلدوں میں ہدیہ بارہ روپے مجلّد اعلےٰ رنگین ورد و جلد الگ الگ ہدیہ پندرہ روپے۔

شریعت اور تصوّف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی کمیاب تقریر جو زبان فارسی معہ اُردو ترجمہ کے چھاپی گئی ہے۔ اس کتابچے میں خصوصی طور پر اصطلاحاتِ صوفیہ کو واضح طور پر سمجھا دیا گیا ہے۔ مترجم نے ہر مشکل مقام کو صاف کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، کاغذ کتابت، طباعت سب معیاری ہے۔ ٹائیٹل رنگین۔ ہدیہ پچاس نئے پیسے۔

کیا ہم مسلمان ہیں

خدا رسول، صحابہ اور صلحائے اُمت کی محبت میں ڈوبے ہوئے ایسے ایمان افروز وجد انگیز اور عبرت آموز شہ پارے جن کے لفظ لفظ میں پیغام ہے۔ للکار ہے۔ تڑپ اور دل سوزی ہے ہو نہیں سکتا کہ آپ پڑھیں اور آنکھوں سے آنسو نہ ٹپکیں۔ دل میں ٹیس نہ اُٹھے۔ شمس نوید کے بے مثال مضامین کا یہ مجموعہ اس لائق ہے کہ آپ خود پڑھیے۔ اور اپنے دوستوں و عزیزوں کو بھی پڑھوایئے۔ مجلد دو روپے پچیس پیسے۔

بدعت کیا ہے؟

جناب ماہر القادری۔ محترمہ عطیہ خلیل عرب۔ مولانا شیخ احمد صاحب اور مولانا عامر عثمانی کے قیمتی لازوال مضامین کا مجموعہ جو رد بدعت پر توحید و سنت کی روشنی میں بےنظیر مواد پیش کرتا ہے۔ ہدیہ مجلّد معہ ڈسٹ کور تین روپے۔

فضائل رمضان

مصنفہ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور جس میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اول میں ان احادیث سے متعلق فضائل رمضان۔ دوسری فصل میں سات احادیث لیلۃ القدر کے بارے میں، اور سورۂ قدر کی تفسیر۔ تیسری فصل میں تین احادیث اعتکاف کے بارے میں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جو بہت سے عجیب مضامین پر مشتمل ہے غرضیکہ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ رمضان المبارک کتنی بڑی نعمت ہے۔ انوارِ الٰہی اس ماہ میں کس کثرت سے نازل ہوتے ہیں اور ان کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

(ہدیہ ساٹھ نئے پیسے)

مسئلہ سود

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریر کردہ یہ کتاب سود اور سود سے متعلق تجارت، جاہلیت عرب کا سود۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا مفہوم اور اس کی حرمت سود کی دینی دنیوی، اقتصادی و معاشی تباہ کاری پر ایک عمدہ مواد پیش کرتی ہے۔ آج کے دور میں جبکہ مشرق سے مغرب تک تمام تجارتوں میں سود کا جال پھیلا ہوا ہے۔ یہ کتاب ایک مشعلِ راہ ثابت ہوئی ہے تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے ایک بےنظیر تحفہ ہے کتابت، کاغذ سب ہی عمدہ ہے (ہدیہ ایک روپیہ پچیس پیسے)

تفسیر فیض الرحمٰن

اعوذ باللہ۔ بسم اللہ، سورۂ الحمد اور سورۂ بقرہ کی مکمل تفسیر جو نہایت سلیس اُردو میں مستند کتابوں کے حوالے سے تحریر کی گئی ہے۔ حضرت مولانا یعقوب الرحمٰن صاحبؒ عثمانی سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کی آخری تصنیف ہے

(ہدیہ دو روپے)

رہنمائے عربی

دارالعلوم دیوبند کے اُستاد فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی نے اپنی اس کتاب میں عربی سیکھنے کے کچھ ایسے گُر بتائے ہیں جس سے عربی زبان انتہائی آسان ہوگئی ہے اور آپ بہت جلد عربی سیکھنے میں کامیاب ہوجائینگے۔ جدید طرزِ تعلیم سے مطابقت اور طلباء کو عربی کے مروجہ اسلوب کے قریب لانے کے لئے " رہنمائے عربی" کا مستقل سلسلہ چھاپا جا رہا ہے پہلا جزء چھپ کر تیار ہوگیا ہے۔ (ہدیہ ساٹھ پیسے)

ملنے کا پتہ:- **مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو-پی)**

صحیح بخاری شریف مع مکمل بہترین اردو ترجمہ

مکتبہ

فیض القرآن دیوبند کا دوسرا شاندار کارنامہ

مکتبہ فیض القرآن دیوبند اپنے پہلے پروگرام کے تحت قرآن مجید کی شہرۂ آفاق تفسیر تفسیر ابن کثیر اردو کا ایک پارہ پوری پابندی وقت کے ساتھ ہر ماہ شائع کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مکتبہ کا دوسرا پروگرام **صحیح بخاری شریف کامل اردو** کی اشاعت ہے۔ اس کے تیس پارے ماہ بماہ ایک ایک پارہ کی شکل میں شائع ہوتے رہیں گے۔

- فخر دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کا وہ گرانقدر مجموعہ جو امام عالی مقام امیر المومنین فی ال ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بخاری نے چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے منتخب فرما کر سولہ سال میں مرتب فرمایا ہے۔
- قرآن مجید کے بعد دنیا کی وہ مستند ترین اور لاثانی کتاب جس میں قطعی صحیح احادیث کا وہ جلیل القدر عظیم الشان علمی خزانہ پوشیدہ ہے جو اسلام کی روح رواں ہے۔
- سابقہ تراجم کی خامیوں کے پیش نظر ترجمہ اردو بھی زیادہ وقت نظر ہمت فکر کا محتاج تھا اور حواشی و تشریح کا بہترین خلاصہ بھی ضروری تھا۔ مکتبہ نے مستند علما کی خدمات حاصل کر کے اکابر علماء امت کی نگرانی میں اس اہم خد کی تکمیل کا عزم کیا ہے، سفید کاغذ۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات ۲۰×۳۰ سائز کتابت طباعت معیاری۔
- قیمت دو روپے فی پارہ۔ محصولڈاک ایک روپیہ فی پارہ۔ یہ رعایت صرف ممبران کے لئے مخصوص ہے۔ عام ہدیہ تین روپ

فیس ممبری اس سلسلہ کی دائمی شرکت کیلئے صرف ایک روپیہ کا منی آرڈر ارسال فرما کر ممبر بن جا ممبران کی خدمت میں ہر ماہ صحیح بخاری شریف اردو کا ایک پارہ ذریعہ وی پی تین روپے ارسال کیا جاتا رہے گا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوست مل کر ہر پارے کے ہر ماہ پانچ نسخے یکجا منگائیں گے تو رعایتی وی پی مع ڈاک خرچ تیرہ روپے ۱۳ کی ارسال ہوگی۔ اس شکل سے یہ پایۂ ناز علمی خز بہت معمولی رقم میں رفتہ رفتہ ہر شخص کے پاس پہنچ جائے گا۔

دیگر کیفی تفصیلات طلب فرمائیے

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی

آج ہی ممبر بنئے اور ممبر بنائیے